

# اسباب زوالِ اُمت

مجاہد امام عظیم علامہ ایبٹیکر شکر اہل اسلام

ناشر

کارخانہ تجارت کتب - آرام باغ، کراچی

قیمت مجلد ۱-۸۰

✓  
۲۹۷۹۹  
۵۱۷۷  
۷۷۷۹۷  
~~۷۷~~

# فہرست مضامین

۱۲۱۱/۵۲  
۵۲-۵۱-۵۰-۴۹

۳۶	جنگ طرابلس کی مثال	۵	آیت انقلاب
۳۶	جہاد ریفنگ کی مثال	۶	مقامہ از قلم بشیر محمد مدیر "تذکرہ"
۳۶	زوالِ اُمت کا دوسرا سبب	۱۰	تہنید از قلم سید محمد رشید رضا دیر المنار
۳۶	عزت اور آبرو کی موت	۱۳	مکتوب شیخ محمد بیونی عمران
۳۹	مراکش اور شام کے بڑے بڑے لوگوں	۱۷	جواب امیشکریب ارسلان
	کی عنذاریاں	۱۸	زوالِ اُمت کا پہلا سبب
۵۲	مسلمانوں کے مسلمان دشمن	۱۸	مسلمانانِ عالم کی حالت
۶۲	ایک قابلِ غور مثال	۲۰	مسلمانوں کے گزشتہ عروج کا بنیادی باعث
۶۳	مسلمانوں پر تعصب کا الزام اور اسکی حقیقت	۲۳	ہماری درمیان کس چیز کا فقدان ہے
۶۷	زوالِ اُمت کے اہم اسباب	۲۶	آج کل کے مسلمانوں اور فرنگیوں کا مقابلہ
۶۷	جہالت	۲۹	صرف دعائیں کافی نہیں
۶۷	کم علمی	۳۰	عذر رنگ اور اس کی تردید
۶۷	اخلاقی کا زوال	۳۲	فلسطین کی تازہ دردناک مثال
۶۸	علماء اور سلاطین کا زوال	۳۲	دنیا پر انگریزوں کا قبضہ

۱۰۷	اصل سوال کی طرف رجوع	۷۰	تہذیب نامک بزدلی اور مایوسی
۱۰۷	تقلید آباء اور قدامت پسندی کے	۷۳	جدید آلات نہ ہونے کا بہانہ
۱۰۷	متعلق و شرابی تعلیم	۷۴	جدید علوم سے محرومی کا بہانہ
۱۱۳	اسلامی تہذیب اور مذہب کے بدگمانی	۷۴	بزدلی چھوڑو، ہتھیار موجود ہیں
۱۱۵	اسلامی تہذیب کا جلوہ	۷۶	مسلمانوں! مایوس نہ ہو۔
۱۱۷	اسلامی تہذیب کے احسانات	۷۷	دولت اور زندگی صرف کرو
۱۲۰	اسلام باعث زوال نہیں	۷۹	دولت کی محبت اور موت کا خوف
۱۲۰	یونانی تاریخ کی مثال	۸۲	الحاد پروری اور قدامت پسندی
۱۲۲	رومی تاریخ کی مثال	۸۳	اقوام یورپ کی زندگی اور آزادی
۱۲۳	مذہب و تہذیب کی بریت	۸۳	کارا
۱۲۴	قدیم یورپ کا تنزل اور موجودہ	۸۸	اہل جاپان کی مثال
۱۲۹	ترقی کے اسباب	۹۲	کیا مذہب تعصب کا نشان ہے؟
۱۳۴	شران حکیم اور ترغیب علم	۹۶	تنگ خیال قدامت پسندوں نے
۱۳۴	حامیان ترقی کے ایک آخری لفظ	۹۹	اسلام کو کیا نقصان پہنچایا؟
۱۳۶	اختتامیہ	۹۹	عمل و محنت کے متعلق قرآن حکیم کی تعلیم
		۱۰۵	شرابی توکل کا مفہوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کبھی اس حالت کو نہیں بدلتا جو  
 کسی گروہ کو حاصل ہوتی ہے، جب تک کہ وہ  
 خود ہی اپنی صلاحیت نہ بدل ڈالے  
 اور پھر جب اللہ چاہتا ہے، کسی گروہ کو راستی  
 تغیر صلاحیت کی پاداش میں مصیبت پہنچے  
 تو مصیبت پہنچ کر ہی رہتی ہے۔ وہ کسی کے ٹالے  
 ٹال نہیں سکتی۔ اور اللہ کے سوا کوئی نہیں اسکا کارڈ

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ  
 مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا  
 مَا بِاَنْفُسِهِمْ  
 وَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ لِقَوْمٍ  
 سُقٰتًا فَلَا مَرَدَّ لَهَا  
 وَ مَا لَھُمْ مِنْ دُوْنِہٖ  
 مِنْ وَّ اٰلٍ ۝

(الرعد - ۱۱)

## مفت زمرہ

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے      اسلام کا گر کر نہ ابھرنے دیکھے  
 مانے نہ کبھی کہ ند ہے ہر جزر کے بعد      دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے  
 (حالی)

دنیا کو شعراء و صوفیاء نے عموماً کسی کارواں سرائے یا مسافر خانے سے تشبیہ  
 دی ہے۔ بعضوں نے اسے ایک پُل قرار دیا ہے جو رہنے کے لئے نہیں بلکہ ایک  
 بار گزر جانے کے لئے ہی۔ قوموں کے عروج و زوال پر نظر ڈالتے تو یہ تشبیہ بالکل  
 صحیح ہے، اس کارواں سرائے ارضی میں حکمرانی و تاجداری کے مسافر یکے بعد  
 دیگرے آتے ہیں اور جاتے ہیں، اپنی اپنی باری سے ہر قوم تخت اقبال پر  
 متمکن ہوتی ہے پھر تناؤن الغلاب فیصلہ صادر کرتا ہے اور کسی دوسرے  
 کے لئے جگہ خالی کر کے راہی فنا و تنزل ہو جاتی ہے۔

دنیا خدا کا ایک گلہ ہے اور وہ نوبت بہ نوبت مختلف قوموں کو  
 اپنی نیابت دیکر بھیجتا ہے تاکہ اس گلے کی حفاظت کریں جو قوم اس فرض الہی  
 کو ادا کرتی ہے تاج اقبال پر اس کا قبضہ رہتا ہے لیکن جب احکام الہیہ  
 کی سرکشی اور نافرمانی میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پھر اس قوم کا دور اقبال

ختم اور آفتابِ حیات غروب ہو جاتا ہے اور حکمتِ الہیہ کسی دوسری قوم کو بھیج دیتی ہے جو اسکے آگے جھک کر تمام انسانوں کو اپنے آگے جھکائے۔

اس قانون کی بنا پر آغازِ عالم سے کتنی ہی قومیں خدا کی زمین کی وارث ہوئیں اور پھر دوسروں کے لئے جگہ چھوڑ کر خود ظلمت و گنہگاری میں چھپ گئیں۔ یہی قانونِ الہی تھا جس نے بنی اسرائیل کی عظمت و جبروت کا مسلمانوں کو جانشین اور وارث بنایا تاکہ آزمایا جاتے کہ مسلمان اس امانت کی کیوں کر حفاظت کرتے ہیں؟

سوال کیا جاسکتا ہے کہ کیا ایک مختصر عرصہ کے سوا کبھی مسلمانوں نے اپنے آپ کو اس وراثت کا صحیح جانشین اور اس امانت کا اہل ثابت کیا۔

اس سطحِ ارضی پر کوئی نہیں جو اس سوال کا جواب اثبات میں دے سکے۔ اس کا اصل سبب بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ اسلام پر کار بند رہنے کی روح ہم میں سے مفقود ہو چکی ہے۔ امر بالمعروف کا سبق بھلا دیا گیا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت کو فراموش کر دیا گیا ہے چنانچہ دنیا کے ہر خطہ میں مسلمانوں کی عزت و زلت میں تبدیلی ہو چکی ہے، جہل و نادانی ان کی علامت ممتاز بن گئی ہے۔ حکومتیں چھن گئیں اور ناکامی و غلامی نے ان کا احاطہ کر لیا ہے۔

کیا اب بھی مسلمانوں کے اعمال میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ ان کے

برگشتہ سروں کو خدا کے آگے جھکایا جاسکتا ہے، ان کا کم گشتہ اخلاق، ان کا کھویا ہوا علم اور ان کی مفقود روح حیاتِ اسلامی کو پھر واپس لایا جاسکتا ہے؟ اگر ایسا ممکن ہے تو پھر اصلاح کی صورت و طریق کار کیا ہو؟ صرف اسی خیال نے ہر دور کے خداتر مسلمانوں کو بے چین رکھا ہے۔

علامہ سید رشید رضا مصری سے ان کے شاگرد جاوا کے شیخ الاسلام محمد بیونی عمران نے پوچھا تھا کہ مسلمانوں کے دینی اور دنیوی زوال کے اسباب کیا ہیں؟ اس صدی میں دنیا بھر کے اندر مسلمان کیوں ہر جگہ ذلیل و خوار نظر آتے ہیں؟ حالانکہ خدا تعالیٰ کا مسلمانوں سے یہ صاف وعدہ تھا **وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِلرَّسُولِهَا وَاللَّهُ مَنَّانٌ** (عزت اور سر بلندی اللہ کے لئے ہے، اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے لئے ہے) سوال یہ ہی مسلمانوں کی موجودہ ذلیل و زبون حالت کو دیکھتے ہوئے یہ آیت کیوں صحیح کہی جاسکتی ہے؟

علامہ رشید رضانا نے یہ مکتوب علامہ شکیب ارسلان کی خدمت میں بھیج دیا اور انہیں مجبور کیا کہ وہ "المنار" کے کالموں میں مذکورہ سوال کا جواب دیں۔ علامہ شکیب ارسلان ان دنوں جلاوطن تھے اور روس، جرمنی، اسپین اور امریکہ کی سیاحت کے بعد جنیوا (اطلی) میں واپس تشریف لائے تھے۔ جوہنی علامہ رشید رضا کا مکتوب آپ کو ملا، دل کا درد بے اختیار



قلم کی راہ بہہ گیا جو اس کتابچہ کی صورت میں ہدیہ ناظرین سے ضرورت  
 اور وقت کا تقاضا ہے کہ انتہائی غور و فکر کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے  
 عالم اسلامی اس قدر ذلت سے نجات پاسکتا ہے بشرطیکہ ہمارے لئے گر کر  
 آجھڑنا ابھی باقی ہے اور بشرطیکہ اٹھانے والے کا ہاتھ بڑھ چکا ہے **إِنَّا لِلّٰهِ**  
**يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ**

بشیر محمد

مدیر "تذکرہ"

کراچی

مارچ ۱۹۵۳ء

مسلمانوں کے تئیں

اور

دوسروں کی ترقی کے اسباب

تمہید از قلم علامہ سید محمد رشید رضا (مروم) ایڈیٹر المنار

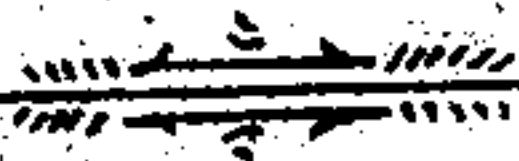
۱۹۳۰ء

مجھے میرے فاضل شاگرد شیخ محمد بیونی عمران امام مہراجا جزیرہ سمبیس  
 پور نیولا جاوا) نے ایک خط لکھا ہے جس میں ہمارے مجاہد بھائی امیر البیان  
 امیر شکیب ارسلان کو اس بات پر توجہ دلانے کی خواہش کی ہے کہ وہ خود  
 تکلیف کر کے "المنار" کے لئے ایک مقالہ لکھیں اور اس میں اس عہد میں  
 مسلمانوں کے ضعیف ہونے اور فرنگیوں اور جاپانیوں کے قوی ہونے  
 کے اسباب واضح کریں اور لکھیں کہ ان قوموں کو حکومت، سیادت اور قوت  
 و ثروت وغیرہ میں غلبہ حاصل ہونے کے کیا وجوہ ہیں؟ فاضل موصوف نے  
 ایک اور خط میں لکھا ہے "آپ نے "المنار" میں دونوں امور کے اسباب  
 کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اور امام شیخ عباده نے اسلام اور نصرانیتِ علم اور  
 مذہبیت کے ساتھ کے موضوع پر جو مقالات لکھے ہیں وہ ہیں نے پڑھے مگر میرا  
 مقصود یہ ہے کہ اس موضوع پر امیر البیان خود اپنی وسیع معلومات  
 اور بختہ آرا اپنے مخصوص اثر انگیز انداز سے سپرد قلم فرمائیں تاکہ مسلمانوں  
 کے موجودہ حالات کی مناسبت سے ان کے دل و دماغ میں اثرات کی  
 تجدید ہو جائے، ان میں سے جو غافل ہوں بیدار ہو جائیں، جو ناواقف

ہوں آگاہ ہو جائیں اور جو سست ہوں ان میں عمل کی چستی پیدا ہو جائے۔“  
 شیخ محمد سیونی نے مذکورہ تجویز کی بنیاد ان سوالات پر رکھی ہے جو ان کے  
 خط میں درج ہیں۔ یہ سوالات ایسے ہیں جن کی بدولت ناواقف اشخاص  
 کے دل میں دین کی نسبت شبہات پیدا ہو سکتے ہیں کہ شاید دین اسلام  
 ہی مسلمانوں کے زوال کا باعث ہی خود تلمیذ موصوف کا شبہہ اس لئے  
 خارج از بحث ہے کہ وہ ”مدرسہ دعوت و ارشاد“ میں ہمارے دروس اچھی  
 طرح سن چکے ہیں اور ہماری تحریروں کو خوب پڑھ چکے ہیں جن میں ہم نے  
 بار بار لکھا ہے کہ جو لوگ اسلام کے دعویٰ دار ہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب ان  
 کے لئے حجت ہو وہ خود کتاب اللہ کے لئے حجت نہیں ہو سکتے۔

میں نے اس تجویز کو غنیمت جانا کہ اس کے ذریعے اپنے دوست  
 امیر شکیب کو اس نوع کا مضمون المنار میں لکھنے پر آمادہ کر سکوں گا ورنہ  
 میں خود ہی امیر موصوف کو ہمیشہ نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ وہ مشرق و  
 مغرب کے اخبارات و رسائل کے لئے جو اس کثرت سے مقالات لکھا کرتے  
 ہیں اور دوستوں کے لئے خط و کتابت کا جو اتنا بوجھاٹھانے ہیں اس میں  
 کمی کریں اس لئے کہ ان مشاغل کی کثرت صحت پر اثر انداز ہوتی ہے  
 چنانچہ میں نے شیخ محمد سیونی کا خط وصول ہونے کے بعد امیر موصوف کے  
 پاس بھیج دیا۔ انہوں نے کثرت مشاغل کی وجہ سے اس کے جواب میں تاخیر

کی۔ جب وہ آندلس کی حالیہ سیاحت سے واپس آئے تو ان کا دل آندلس اور مغرب اقصیٰ میں قوم عرب کے تمدنی مآثر دیکھ کر تازہ تاثرات سے معمور تھا اور وہ آندلس کی ان مساعی کے اثرات اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے تھے جو اس نے اشرقیہ کے عربوں کو عیسائی بنانے کے لئے زمین ہموار کرنے کی غرض سے کی تھیں اور اس مقصد کے لئے قوم ہربر کو عیسائی بنایا تھا تا کہ جس طرح اگلے زمانے میں اسپین کی حکومت آندلس میں کر چکی ہے، یہ بھی ان عربوں کو اپنی غلامی کے جال میں جکڑ لیں۔ اس وقت امیر موصوف نے اس خط کا جو جواب لکھا ہے وہ ان کی بلاغت و پختہ کاری کی ایک اہم یادگار اور ان کے ولایت حکمت کی ایک پابدار حجت ہے۔ اس خط میں ان کے وہی تاثرات نمایاں ہیں جن کی طرف اوپر کی سطور میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ اب تک امیر موصوف کی دینی غیرت اور علمی پتھر کے سرچشمے سے جو فیضان ہوا ہے غالباً یہ جواب اس سب سے زیادہ مفید اور منفعت خیز رہی۔ اس میں امیر شکیب ارسلان کا ماہرانہ کمال پوری قوت کے ساتھ جھلک رہا ہے اللہ انہیں مخلص مجاہدین کا بہترین ثواب عطا فرمائے۔



چکورا اور شہباز سب اونچ پر ہیں  
مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

رحمۃ

مکتوب

شیخ محمد بیونی عمران

مغربی بورنیو (جاوا) ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ

حضرت مولانا الاستاذ المصلح الکبیر سید محمد رشید رضا مالک جریدہ المنار

الاندھان کے وجود گرامی سے مجھے اور مسلمانوں کو نفع پہنچائے

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

امیر البیان علامہ امیر شکیب ارسلان نے "المنار" اور دیگر جرائد میں

مختلف موضوعات پر جو معرکہ الآراء مضامین لکھے ہیں انھیں جس شخص نے

پڑھا ہو گا وہ اس امر سے بخوبی واقف ہو گا کہ امیر موصوف کا شمار اسلام

کا دفاع کرنے والے بلند پایہ مؤلفین میں ہے اور وہ اسلام و مسلمانوں کی خدمت

میں "المنار" اور اس کے ناشر و مالک کے لئے سب سے بڑی قوت ہیں۔ میں

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ انھیں خیر و عافیت کے ساتھ تادیر زندہ و

سلامت رکھے۔ ساتھ ہی میں آپ محترم (صاحب المنار) سے استدعا کرتا

ہوں کہ امیر موصوف سے فرمائش کریں کہ وہ میرے حسب ذیل سوالات کا جواب

دینے کی زحمت فرما کر ممنون و شاکر رہیں۔

(۱) مسلمان (خصوصاً ہم جاوا اور ملائیا کے مسلمان) دینی و دنیوی امور

میں جس ضعف و انحطاط کو پہنچ گئے ہیں اور ہم میں جو اتنی کمزوری اور

پستی پیدا ہو گئی ہے کہ ہم میں اب نہ طاقت باقی ہے نہ کوئی قوت۔ اس کے

کیا اسباب ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے  
 ”عزت اللہ اور اس کے رسول اور ایمان داروں ہی کے لئے ہے“ تو وہ  
 مومنین کی عزت اب کہاں ہے؟ اور کیا ایسی حالت میں کہ مومن ذلیل ہے  
 اور اس کے پاس عزت کے اسباب میں سے کچھ نہیں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ  
 نے فرمایا ہے (وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ = عزت  
 اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے)

(۲) وہ اسباب کیا ہیں جن سے یورپ اور امریکہ کے لوگوں اور جاپانیوں  
 نے زبردست ترقی کی ہے؟ کیا مسلمانوں کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے دین  
 کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ان اسباب میں ان لوگوں کی پیروی کر کے ان  
 قوموں کی طرح ہو جائیں یا یہ بات ممکن نہیں؟

امیر شکیب ارسلان کی عنایت و مہربانی سے توقع ہے کہ وہ ان  
 سوالات کا مفصل جواب رسالہ المنار میں شائع فرما کر ممنون فرمائیں گے  
 اللہ انہیں اور حضرت الاستاذ مدیر المنار کو اجر جزیل عطا فرمائے!

محمد بسیونی عمران



منزل نے کی ہو مری گت ہماری بہت دور پہنچی ہو نکت ہماری  
 گتی گزری دنیا سے عزت ہماری نہیں کچھ ابھرنے کی صورت ہماری  
 بڑے ہیں اک امی کے ہم سہاٹے  
 توقع پر جنت کے جیتے ہیں سائے  
 (خانی)

جواب

امید شکر یا ارسلان

# زوالِ امت کا پہلا سبب

## جانی اور مالی جہاد سے پہلو ہٹتی

مسلمانوں کا زوال اور کمزوری صرف جاؤ اور  
 مسلمانانِ عالم کی حالتِ مَلایا کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ دُنیا بھر کے  
 مسلمانوں کے لئے، وہ مشرقی ہوں یا مغربی ایک امر عام ہے اور اگر اس میں  
 کچھ فرق ہے تو کمی بیشی کا فرق ہے یعنی کہیں بہت زیادہ ہے اور کہیں  
 بہت کم ہے کہیں سخت خطرناک ہے اور کہیں کم خطرناک ہے مختصراً یہی کہنا  
 پڑتا ہے کہ اس صدی کے مسلمانوں کی حالتِ دینی اور دنیوی، مادی اور  
 روحانی کسی رنگ میں بھی پسندیدہ نہیں ہے۔

ہم نے عام طور پر یہ دیکھا ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم جہاں بھی مل کر  
 آباد ہیں، مسلمان اغیار کے مقابلے میں ہر لحاظ سے پیچھے ہیں بلکہ تین اس  
 زمانہ کے مسلمانوں میں سے کوئی قوم ایسی نہیں جانتا جو اغیار کے ساتھ  
 ہو اور اغیار کے ہم پلہ ہو، سوائے بوسنہ کے مسلمانوں کے جو اپنے  
 کیتھولک اور آرتھوڈوکس عیسائی ہم وطنوں سے کسی لحاظ میں بھی کم نہیں ہیں۔

بلکہ دونوں سے بالاتر ہیں۔ اسی طرح روس کے مسلمان جنگ عظیم سے پہلے وہاں کے عیسائیوں سے بہتر تھے اور اس میں بھی کچھ شک نہیں ہے کہ باوجودیکہ چینی قوم بہت پسماندہ ہے تاہم وہاں کے مسلمانوں کی حالت بدھوں سے بہتر ہے، بشرطیکہ ان کی اب تک وہی حالت ہو جو جنگ سے قبل تھی۔ ان ملکوں کے علاوہ جہاں بھی دیکھو وہیں مسلمانوں کی حالت اپنے ہموطنوں سے بدرجہا پست نظر آتی ہے۔

ہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سنگاپور کے مسلمان وہاں کی دیگر اقوام سے حتیٰ کہ خود انگریزوں سے بھی زیادہ دولت مند ہیں۔ مجھے اس امر کا کافی علم نہیں ہے تاہم اگر یہ سچ بھی ہو تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ہمارے دعویٰ میں کوئی خاص فرق پیدا کر سکے۔

کچھ شک نہیں کہ آج کل عالم انسانی میں کئی ناؤی اور روحانی تحریکات رونما ہیں اور ہر جگہ ایک قابل قدر بیداری نظر آ رہی ہے۔ یہ بیداری ایسی ہے جسے دنیا کے فرنگ خوب اچھی طرح سمجھ رہی ہے بلکہ گھبرا رہی ہے اور اس کی یہ گھبراہٹ اہل یورپ کی تصانیف سے عیاں ہے لیکن اس تحریک بیداری نے ابھی تک مسلمانوں کو اس قابل نہیں بنایا کہ وہ یورپ امریکہ اور جاپان کے باشندوں کے برابر کہے جاسکیں۔

جب یہ حقیقت صاف ہو گئی اور ہم پر مسلمانان عالم کا زوال عام ثابت

ہو گیا تو ہمیں ان اسباب کو تلاش کرنا چاہئے، جن کی موجودگی نے اسلام کو دنیا میں ایک ہزار سال تک سرداری کرنے کا اہل بنا دیا تھا اور جن کی عدم موجودگی نے مسلمانوں کو مشرق سے لیکر مغرب تک دنیا کا واحد آقا بنا دینے کے بعد اب اس قدر ذلیل و خوار کر دیا ہے کہ وہ تمام اقوام عالم سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ یہاں ہم تنزیل کے وجوہات کا ذکر کرنے سے پیشتر ترقی کا ایک بنیادی سبب بیان کرنا چاہتے ہیں۔

## مسلمانوں کے گزشتہ عروج کا بنیادی باعث

مسلمانوں کی گزشتہ ترقیات کا باعث حقیقی جزیرۃ العرب میں اسلام کا ظاہر ہونا تھا جس نے عربوں کے مختلف فرقوں کو ایک قوم بنا دیا، ان کی وحشیانہ زندگی کو متمدن زندگی سے بدل دیا، سخت دلوں کو نرم بنا دیا اور بت پرستوں کو خدائے واحد کے سامنے جھکا دیا۔ ان کی پہلی رو عین کھینچ لیں، اور بالکل نئی رو عین ان کے جسموں میں داخل کر دیں۔ اس اندرونی تبدیلی ہی سے ان میں اس قدر طاقت پیدا ہو گئی کہ وہ عزت و شان، علم و مہنہ اور دولت و ثروت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ گئے اور پچاس سال کے عرصے میں آدھی دنیا کو فتح کر لیا اگر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخر میں اور حضرت علیؓ کی خلافت کے دوران میں تفاق باہمی کی تخم ریزی نہ ہوتی ہوتی تو مسلمان

ضرورتاً تمام دنیا کو فتح کر لیتے۔

مسلمانوں کے پچاس یا ستر سالہ کارنامے جن کی قوت کو حضرت علیؓ اور امیت معاویہؓ کی خونریز لڑائیوں اور بنی امیہ اور ابن زبیر کی ہلاکت خیز جنگوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا، تمام دنیا کے مورخوں اور فاتحوں کی عقلوں کو خیرہ کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ یورپ کا فاتح عظیم نپولین بوناپارٹ مسلمانوں کے اس عروج پر ہمیشہ حیران تھا اور کہا کرتا تھا "حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عربوں کو از سر نو پیدا کیا تھا اور انہیں ایک ہاتھ میں مشران اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دے کر فرمایا تھا کہ جاؤ دنیا کو فتح کرو، حکومت کرو اور فاتحانہ اٹھاؤ۔"

اسلام سے پہلے عربوں کی فتوحات اور اخلاقِ فاضلہ وغیرہ کے متعلق جو کچھ کتبِ تواریخ میں ذکر کیا گیا ہے وہ صحیح ہے اور اس کے آثار بھی اب تک باقی ہیں۔ اس بارے میں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ عربوں کا تمدن دنیا میں اس قدر پُرانا ہے کہ لکھنا پڑھنا بھی انہی کے ہاں سے شروع ہوا تھا، تاہم اس امر میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ان کا تمدن اور ان کے کارنامے صرف عرب اور نواحِ عرب تک محدود تھے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ عربوں پر ایک ایسا زمانہ بھی گذر چکا ہے جب کہ اجنبی لوگ ان کے گھروں کے اندر آگھستے تھے اور ان پر اپنی حکومت قائم کر کے انہیں

ذلیل کر ڈالا تھا۔ چنانچہ ایک زمانہ میں عجمیوں کا یمن عمان اور حیرہ پر حبشیوں کا یمن اور رومیوں کا نواح حجاز اور شام پر قبضہ موجود تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ اہل عرب کبھی بھی اسلام سے پہلے نہ توحیح معنوں میں خود مختار ہوتے، نہ دُور دراز ملکوں میں مشہور ہوتے اور نہ تاریخ عالم کی فاتح اقوام میں شمار کئے گئے۔ مگر اسلام کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہ سب کچھ ہو گیا اور دنیا نے بھی اسے تسلیم کیا۔

آئیے! اب اُن وجوہات کی تلاش کریں جو مسلمانوں کے زوال کا باعث ہوئے اور اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہتے کہ آیا وہ فاتحانہ اوصاف اب بھی مسلمانوں میں موجود ہیں یا نہیں؟

## ہماری درمیان کس چیز کا فقدان ہے؟

میں سائل سے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ میں مسلمانوں کو صرف زبان سے مسلمان کہلانے کے باعث، بغیر عمل کرنے کے عزت دوں گا تو یقیناً ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ مومنوں کی وہ عزت کہاں ہے جس کا خدا نے اعلان کیا تھا: **وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِلرَّسُولِ**، **وَلِلّٰهِ عِزٌّ مَّبِیْنٌ** (ترجمہ: غلبہ صرف اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے

لے ہے) ۶۶۷۹۵

اگر خدا تعالیٰ کا وعدہ یہی تھا کہ میں زبان سے مسلمان کہلانے والوں کو عزت دوں گا تو ہمیں مسلمانوں کی ذلت پر یقیناً تعجب ہونا چاہئے لیکن حقیقت حال یہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ خدا نے یہ وعدہ کیا ہے، نہ خدا اپنے وعدہ سے منحرف ہوا، نہ وقت کن کریم کے احکام بدلے بلکہ مسلمان خود بدل گئے اور اسی لئے ناکام ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تو پہلے ہی دن مسلمانوں کو یہ تنبیہ فرمائی تھی :-

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا بَقِيَ ۗ  
حَتَّىٰ يَغَيِّرَ مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۗ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی  
نہ جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اب اگر اس صاف اعلان کے باوجود بھی خدا مسلمانوں کو ذلیل نہ کرتا تو یہ موجب تعجب تھا اور خدا کے عدل و انصاف کے بھی خلاف تھا۔ میں پوچھتا ہوں کیا یہ اچھی بات ہوگی کہ خدا نااہل کو عزت دے اور ہل چلائے اور بیچ بوئے بغیر فصلیں پکا دے؟ اور کوشش کئے بغیر کامیابی عطا فرمائے اور اعمال کے بغیر امداد دے؟ اگر ایسا ہوتا تو تمام لوگ سُستی اور کاہلی پر خدا ہو جاتے، اپنے اپنے کاموں کو پھینک دیتے اور بستروں پر ڈٹ کر لیٹ جاتے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ اس قانونِ قدرت کے جس پر خدا نے تمام کائنات کو قائم کیا ہے، خلاف ہوتا اور اس کے بعد حق و باطل میں اور نفع اور نقصان میں کوئی مشرق باقی نہ رہتا، مگر یاد رکھئے کہ خدا اس قسم

کے ظلم سے پاک ہے۔

اگر خدا کسی انسان کو بغیر کوشش اور محنت کے امداد دیتا تو اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑائیاں کرنے کے بغیر فتح مندر کر دیتا اور ظاہری سامان کے بغیر کامیابی عطا فرماتا، مگر تم جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہوا۔ خدا نے انہیں بھی پوری طرح آزمایا تھا اور پھر کامیابی عطا فرمائی تھی، لیکن اس کے خلاف تم ذرا اپنی حالت کو بھی دیکھو، تمہارے پاس خدا کی نعمت کے سو حصے موجود ہوتے ہیں مگر تم سو میں سے ایک یا دو حصے بھی خدا کی راہ میں نہیں دیتے اور خواہش یہ رکھتے ہو کہ خدا تمہیں بھی وہی عزت اور وہی نصرت عطا کرے جو تمہارے ان باپ داداؤں کو حاصل ہوتی تھی جو سو میں سو، یا کم از کم نیک خدا کی راہ میں قربان کر دیتے تھے یا دیکھو یا ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، خدا کبھی ایسا نہیں کرتا۔ یہ اس کے عہد کے خلاف ہے، عقل اور منطق کے خلاف ہے۔ خدا نے مومنوں کے ساتھ کبھی یہ شرط نہیں کی تھی، خدا نے مسلمانوں کے ساتھ کبھی یہ سودا نہیں کیا تھا، خدا کا وعدہ جو کچھ بھی ہے صرف یہ ہے :-

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ	بیشک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید
أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ تُسَلِّمُوا	لین اور ان کا مال بھی اور اس قیمت پر خرید لیں
الْحَيَاةَ طَيِّقَاتٍ لَّوْنٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ	کہ ان کیلئے بہشت کی جاودانی زندگی، ہو۔ وہ



يَمْتَلُونَ وَيُقْتَلُونَ قَدْ  
 وَعَدَّا عَلَيْهِمْ حَقًّا فِي  
 التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَ  
 الْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى  
 بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ  
 فَاسْتَبِشِرُوا بَعْضِكُمْ  
 الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَ  
 ذَلِكَ هُوَ الْفَيْزُ الْعَظِيمُ

کسی ذبیوی مقصد کی راہ میں نہیں بلکہ، اللہ کی راہ میں جنگ کرتے  
 ہیں پس مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ یہ وعدہ اللہ کے ذمہ ہو چکا  
 یعنی اس نے ایسا ہی قانون ٹھہرا دیا، توریت، انجیل، قرآن (تینوں  
 کتابوں) میں (یکساں طور پر) اس کا اعلان ہے اور اللہ سے بڑھ کر  
 کون ہے جو اپنا عہد پورا کرنے والا ہو؟ پس مسلمانو! اپنے اس سورد  
 پر جو تم نے اللہ سے چکایا، خوشیاں مناؤ اور یہی ہے جو

بڑی سے بڑی فیروز مندی

سہے!

کیا مسلمان اس وصف میں پورے اُترتے ہیں؟ کیا مسلمانوں میں  
 صحابہ کرامؓ کی شریائیاں موجود ہیں؟ وہ صحابہؓ جو میدان شہادت میں  
 خود اپنی موت کو تلاش کیا کرتے تھے جب اُن کے غازی کفار پر حملہ آور  
 ہوتے تھے تو کہتے تھے "ہم جنت کی خوشبو کو سونگھ رہے ہیں" اور اس  
 نعرہ جنگ کے ساتھ ہی دشمنوں پر اس وقت تک تلوار چلاتے تھے، جب  
 تک اُن کے ہاتھ میں بلنے کی طاقت باقی رہتی تھی۔ پھر جب وہ شہید ہو  
 جاتے تھے تو اُن کے منہ سے نکلتا تھا، آج عید کا دن ہے۔ لیکن آرزو تے  
 شہادت کے باوجود اگر وہ شہید نہ ہو سکتے تو وہ اپنی قوم میں غمزدوں کی  
 طرح واپس لوٹا کرتے تھے۔

## آج کل کے مسلمانوں اور فرنگیوں کا مقابلہ

قرآن حکیم نے مسلمانوں سے جانی اور مالی قربانی کا مطالبہ کیا ہے مگر افسوس کہ آج کل کے مسلمانوں میں وہ غیرت باقی نہیں رہی جو ان کے بزرگوں میں موجود تھی اور اس سے بھی زیادہ افسوس یہ ہے کہ اسلام کے دشمنوں تک نے اسلامی احکام کی پیروی شروع کر دی ہے حالانکہ یہ احکام ان کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔ اسی جان اور مال کی قربانی کو دیکھتے تم ان کے سپاہیوں کو موت پر گرتے اور سنگین کے زخموں سے سرشار ہوتے دیکھو گے۔ یورپین اقوام نے جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں اپنی ہستی اور حقوق کے لئے جو قربانیاں کی ہیں وہ انسان کی عقل سے بالاتر ہیں۔ اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ جرمنی نے جنگ عظیم میں اپنے بیس لاکھ نوجوانوں کو قتل کر لیا، فرانس نے پچیس لاکھ، انگلینڈ نے چھ لاکھ اور اٹلی نے ساٹھ سے چار لاکھ کو۔ ایشیا جان کے بعد مالی قربانی کا درجہ ہے۔ اس راہ میں اہل یورپ نے جنگ عظیم میں جو روپیہ خرچ کیا اس کی تعداد حسب ذیل ہے۔

انگلینڈ نے تین ارب پونڈ، فرانس نے دو ارب پونڈ، جرمنی نے تین ارب پونڈ اور اٹلی نے پچاس کروڑ پونڈ۔ روس نے اپنی دولت کو اس کثرت سے خرچ کیا کہ ان کے ملک پر ہر طرف سے قحط کی مصیبت ٹوٹ پڑی

اور پھر اسی قحط سے بالشوی کی بغاوت نے ختم لیا۔

اب آپ بتائیے مسلمانوں کی کونسی قوم نے اس قدر شہر بانیاں کی ہیں؟  
عیسائیوں کا حال آپ دیکھ رہے ہیں، وہ اپنی جانوں اور مالوں کو بے شمار اور  
بے حساب اپنی قوم اور وطن کی راہ میں قربان کر رہے ہیں۔ اب اگر اس کے  
بعد خدا تعالیٰ انہیں یہ عزت و دولت اور شان و شوکت عطا فرماتا ہے اور  
مسلمانوں کو محروم رکھتا ہے تو اس میں تعجب کیا ہے؟

کہا جاتے گا کہ مسلمان غریب ہیں اور ان کے پاس اس قدر دولت  
نہیں کہ وہ اس طرح وسعت کے ساتھ خرچ کر سکیں۔ ہم اس کے جواب میں  
کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں سے زیادہ نہیں مانگتے۔ ہم ان سے جو کچھ مانگتے ہیں وہ  
صرف یہ ہے کہ وہ ابھی اپنے درجہ اور حیثیت کے مطابق خرچ کریں۔ کیا  
مسلمانوں میں کوئی ایسی قوم بھی مل سکتی ہے جو اپنی حیثیت کے لحاظ سے  
عیسائیوں کی طرح خرچ کر رہی ہو؟ عیسائیوں کی مثال گذر چکی ہے۔ ان  
میں سے بعض تو ہیں ایسی ہیں جنہوں نے اپنی تمام دولت کا نصف حصہ  
جنگ اعظم میں خرچ کر ڈالا مگر مسلمانوں میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس  
نے فوجی یا شخصی حیثیت کا دشواں حصہ بھی قربان کیا ہو مسلمانوں میں ایسا  
کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب ترکوں نے یونانیوں  
کے بالمقابل اپنی جانوں اور مالوں کو بے دریغ قربان کیا تو وہ کس طرح

کامران ہوتے؛ انہوں نے یونانیوں کو ایسی بڑی شکستیں دیں جو کبھی کسی کے وہم و خیال میں بھی نہیں آتی تھی۔ اہل یورپ نے ترکوں کو ذلیل و خوار کرنا چاہا تھا مگر وہ از سر نو خود مختار ہو گئے۔ بہر مسلمان کو سمجھنا چاہئے کہ ترکوں کو یہ بے مثال کامیابی صفت حاصل نہیں ہوئی۔ ان میں سے بعض نے اپنی دولت کا تیسرا حصہ اور بعض نے پورا نصف جنگ کی راہ میں قربان کیا ہے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ جب بھی مسلمان اپنے دین کے احکام پر عمل کرتے ہیں، اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں یا کم از کم آج کل کے یورپیوں ہی کی صحیح نقل کرتے ہیں تو انہیں ضرور اپنے ان نیک اعمال کا نتیجہ مل جاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ آج کل کے اکثر مسلمان صرف ہوا کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ وہ مجاہدانہ کام کرنے، فدا ہونے، موت پر گرنے اور جان و مال کو خدا کی راہ میں نثار کرنے کے بغیر، صفت میں خدا سے نصرت و توفیق کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ خود خدا یہ فرماتا ہے **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَصَرِّعِينَ** (ترجمہ: در یاد رکھو) جو کوئی اللہ کی سچائی کی حمایت کرے گا، ضروری ہے کہ اللہ اس کی مدد فرمائے گا) اور **إِنَّ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يَثْبِثْ أَقْدَامَكُمْ**۔ (ترجمہ: اگر تم اللہ کے حکم کی تعمیل کرو گے تو وہ تم کو کامیاب کرے گا اور تمہارے قدموں کو پختہ کر دے گا۔)

## صِرْفُ دُعَائِينَ كَافِي هُنَّ

یہ بات واضح ہے کہ خدا ہمارا محتاج نہیں ہے "خدا کی نصرت" کے معنی صرف یہ ہیں کہ بندہ خدا کے احکام کی تعمیل کرنے لیکن افسوس صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے تمام دینی احکام پس پشت ڈال کر اور صرف زبان سے مسلمان بن کر اپنے آپ کو عزت و شوکت کا حقدار قرار دیتے بیٹھے ہیں بلکہ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ صرف زبان سے اسلام کا نام لے دینا یا دعا کر لینا ہی کافی ہوگا، حالانکہ اگر دعا سے جہاد کا کام لیا جاسکتا تو ضروری تھا کہ خدائے تعالیٰ نبی کریم، صحابہ کرام اور اسلاف امت کی صرف دعائیں قبول کر لیتا اور انہیں جہاد کی پیالیہ موت کے پینے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اگر کامرانی صرف دعاؤں اور اُمیدوں پر منحصر کر دی جاتی تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور خدا یہ کبھی نہ فرماتا **وَ اِنَّ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعَى** (ترجمہ: انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے) اگر کامیابی صرف دعاؤں اور آرزوؤں پر موقوف ہوتی تو قرآن یہ کبھی نہ فرماتا **وَ قُلِ اعْمَلُوا فَاَسْکِرْیَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ سَرَّوْکُمْ** (ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) تم کہو "عمل کئے جاؤ۔ اب اللہ دیکھے گا کہ تمہارے عمل کیسے ہوتے ہیں اور اللہ کاروبول بھی دیکھے گا) اس کے علاوہ یہ بھی نہ کہا جاتا:۔

قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا لِي  
 نُوْءٌ مِّنْ لَّكُمْ قَدْ بَيَّنَّا  
 اللَّهُ مِنْ آخِبَارِكُمْ  
 سَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ  
 وَرَسُولُهُ

(اے پیغمبر! کہہ دو "معذرت کی باتیں نہ بناؤ۔ اب ہم تمہارا  
 اعتبار کرنے والے نہیں۔ اللہ نے ہمیں پوری طرح تمہارا حال  
 بتلا دیا ہے۔ اب آئندہ اللہ اور اس کا رسول دیکھے گا، تمہارا  
 عمل کیسا رہتا ہے؟

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے:-

أَيُّ لَأْضِيعَ عَمَلٍ  
 عَامِلٍ مِّنْكُمْ

بلاشبہ میں کبھی کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع  
 نہیں کرتا:

مسلمانوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ وہ محض نماز روزہ اور ایسے ہی چند  
 دیگر اعمال کے ساتھ جن کی تعمیل میں نہ خون بہانے کی ضرورت ہو اور نہ مال  
 کے خرچ کرنے کی، مسلمان ہو سکتے ہیں اور وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوئے ایسے  
 ہی اسلام کے بدلے میں خدا سے عزت و شوکت کے منتظر رہتے ہیں، حالانکہ  
 اسلام نہ صرف نماز سے ہے اور نہ صرف روزہ سے اور نہ صرف دعا اور استغفار  
 سے، خدا ان لوگوں کی دعا کیونکر قبول کر سکتا ہے جو (منافقوں کی طرح) پیچھے  
 بیٹھ کر دعا کریں، حالانکہ ان میں لکھنے اور بیٹھنے اور خرچ کرنے کی طاقت بھی موجود ہو۔

### عذر لنگ اور اس کی تردید

یہاں پھر وہی اعتراض اٹھایا جاتے گا کہ مسلمانوں کے پاس فرنگیوں

جبنی دولت نہیں ہے کہ وہ ان کی طرح نیک کاموں میں حصہ لیں اور ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم مسلمانوں سے ان کی حیثیت کے مطابق خرچ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہم حیثیت سے زیادہ نہیں مانگتے مگر کیا وہ اس قدر بھی کریں گے؟ کبھی نہیں!

مسلمان صرف اپنی کمائی ہی میں سخیل نہیں ہیں بلکہ انہوں نے تو اب اپنے بزرگوں کے اوقاف و مقابر کو بھی کھانا شروع کر دیا ہے اور کوئی کارخیز ایسا نہیں جس میں وہ قدم بڑھاتے ہوئے نظر آئیں۔ پھر اس بزدلی اور سخیلی کے باوجود مسلمانوں کا کیا حتی ہے کہ وہ فرنگیوں کی طرح جو بیلاک کاموں میں پیسہ دینے پر پروا نہ دار گئے پڑتے ہیں، کامیاب ہونے کی اُمید رکھیں؟ دُنیا میں حکومت کی مثال کھیتی کی طرح ہے یعنی جس قدر کام کیا جائے گا اسی قدر پھل ملے گا، مگر آج کل کے مسلمان یہ نہیں چاہتے وہ چاہتے ہیں کہ نہ محنت کریں، نہ قربانی کریں اور اس حال میں بھی فرنگیوں سے بڑھ جائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے خدا کا یہ فرمان بھول گئے ہیں

وَلَنبَاؤُنَا كَمَا بَشَيْتُمْ

الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصِ

مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ

الْمَمَرَاتِ وَبَشِيرِ الصَّابِرِينَ

اور یاد رکھو یہ ضرور ہوتا ہے کہ ہم تمہارا امتحان لیں خطرات کا

خوف، بھوک کی تکلیف، مال و جان کا نقصان، پیداوار کی

تباہی، وہ آزمائشیں ہیں جو تمہیں پیش آئیں گی پھر جو لوگ صبر کرنے

والے ہیں انہیں رفق اور کامرانی کی، بشارت دے دو۔

بعض مسلمان یہ کہتے ہیں جناب! ہم نے بہت ہی فداکاری کی، خدا کی راہ میں خرچ کیا، جان اور مال کی بڑی بڑی قربانیاں دیں، لیکن پھر بھی ہمیں کوئی اچھا نتیجہ نہ ملا، ہم بدستور فرنگیوں کی غلامی میں مبتلا ہیں۔ یہ کیوں؟ میں سوال کرتا ہوں آپ جس چیز کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا کہتے ہیں، کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ کا وہ خرچ عیسائیوں اور یہودیوں کے خرچ سے کوئی نسبت رکھتا ہے، کم از کم سو کے مقابلے میں ایک کی نسبت؟

## فلسطین کی تازہ دردناک مثال

ایک تازہ دردناک مثال ملاحظہ ہو۔ فلسطین میں یہودیوں اور عربوں کے آپس میں جھگڑے ہوتے۔ فریقین میں سے کئی آدمی مارے گئے اور کئی آدمی زخمی ہوتے۔ اس پر دنیا بھر کے یہودیوں نے فلسطین کے یہودیوں کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کیا اور دس لاکھ پونڈ جمع کر کے بھیجے۔ مسلمانانِ عالم نے بھی فلسطین کے مسلمانوں کے لئے چندہ جمع کیا لیکن بڑی کوشش کے باوجود تیرہ ہزار پونڈ جمع ہوتے یعنی وہی سو اور ایک کی نسبت۔ عبرت ہوا یہاں پھر وہی پہلی بات کہی جائے گی کہ مسلمان اس قدر دولت مند نہیں ہیں، لیکن ہمارا جواب بھی وہی ہے۔ ہم مسلمانوں کو حیثیت کے برابر خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ ہم امیروں سے ملنگتے ہیں، غریبوں سے نہیں ملنگتے چنانچہ



اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَيْسَ عَلَيْكَ الضُّعْفَاءُ وَلَا

عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ

لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ

حَرْجًا إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَ

رَسُولِهِ مِمَّا عَكَ الْمَحْسِنِينَ

مِن سَبِيلٍ ۝

ناقواں پر، بیماروں پر اور ایسے لوگوں پر جنہیں خرچ

کے لئے کچھ میسر نہیں ہے، کچھ گناہ نہیں ہو راگر

وہ دفاع میں شریکیت ہوں، بشرطیکہ اللہ اور اس

کے رسول کی نیت خواہی ہیں کوشاں رہیں

کیونکہ ایسے لوگ نیک عملی کے دائرہ سے خارج نہیں

ہوتے، اور نیک عملوں پر الزام کی کوئی وجہ نہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:-

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ

يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ

وَصُؤَابِحَانِ يَكُونُوا مَعَ

الْخَوَالِفِ ۝

الزام تو دراصل ان پر ہے، جو تجھ سے رہتیے رہنے کی

اجازت مانگتے ہیں حالانکہ مالدار ہیں۔ انہوں نے پسند

کیا کہ رجب سب لوگ راہ حق میں کوچ کر رہے ہوں، تو

یہ گھروں میں رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہیں

کچھ شک نہیں کہ یہودی مسلمانوں سے زیادہ دولت مند ہیں مگر مسلمان

مردم شماری کے لحاظ سے یہودیوں سے کہیں زیادہ ہیں، یہودیوں کی مردم شماری

تقریباً دو کروڑ ہے اور مسلمانوں کی تقریباً نو کروڑ۔ اگر ہر مسلمان فلسطین کے

لئے صرف ایک پیاسٹر (۱ پیاسٹر = دس روپے) چندہ دیتا اور یہ وہ چندہ

ہے جو ہر مسلمان دے سکتا ہے تو پھر بھی ستر کروڑ پیاسٹر جمع ہو سکتے تھے

مگر مسلمان ایسا کب کرتے ہیں؟

اور اگر ہم مسلمانوں کی تعداد کا دسواں حصہ شمار کریں تو پھر بھی سات

کروڑ پیا ستر جمع ہونے چاہئیں مسلمانوں کی یہ تعداد تو فلسطین کے نواح ہی

میں موجود ہے یعنی مصر، شام، فلسطین، عراق، حجاز، نجد، یمن اور عمان

وغیر میں۔ پس اگر ہم انہی لوگوں سے ایک پیا ستر فی کس چندہ لیتے تو

کم از کم تین لاکھ پچاس ہزار پونڈ جمع ہونے چاہئے تھے مگر جو روپیہ جمع

ہوا وہ صرف تیرہ ہزار پونڈ تھا یعنی مسلمانوں کی مردم شماری کے دسویں حصے

نے بھی ایک دوٹی کا پندرہواں حصہ فی کس دیا۔ یہ ہے مسلمانوں کا ایشاد

دوستو! کیا تم اسی چیز کا نام شریانی رکھتے ہو؟ کیا تم خدا کی راہ میں اپنی

عیاوں اور مالوں کے ساتھ ایسا ہی جہاد کیا کرتے ہو؟ کیا تمہیں اپنے غریب

دینی بھائیوں اور وطنی ہمسا یوں سے جو تمہارے بجائے مسجد اقصیٰ کی حمایت

میں اپنا خون بہا رہے ہیں، صرف اسی قدر محبت ہے؟ اور کیا تم محض اتنی

ہی امداد کر سکتے ہو؟ کیا خدا نے یہ نہیں کہا تھا اِنَّهَا لَمِنْ مِّنْ وَّنِیْکُمْ

رَمُوْنِ تَوَّابِیْنَ میں بھائی بھائی ہیں) کیا ایک بھائی دوسرے بھائی کی ایسی ہی مدد کیا کرتا؟

دُنیا پر انگریزوں کا قبضہ

لوگ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے دنیا پر کیوں قبضہ کر لیا؟ میں کہتا ہوں

کہ وہ اپنے اخلاقِ فاضلہ اور کوشش اور اتفاق کی بدولت کامیاب ہوتے ہیں۔ میرے ایک دوست نے مجھے ایک قصہ سنایا تھا۔ ایک انگریز کسی مشرقی ملک میں بہت بڑا عہدہ دار تھا۔ اس نے اپنے نوکر کو حکم دے رکھا تھا کہ گھر کا تمام سودا ہمیشہ انگریزی دکان سے لیا کرے۔ ایک دفعہ نوکر نے ایک ہی مہینہ کے اخراجات میں بیس پونڈ کی پچت نکال دی۔ صاحب نے سبب پوچھا تو نوکر نے جواب دیا کہ میں نے اس دفعہ انگریزی دکان کو چھوڑ کر ایک دسی بنتے سے سودا خریدا ہے۔ یہ سن کر صاحب نے حکم دیا کہ اب پھر انگریزی دکان سے سودا لینا شروع کر دو۔ نوکر نے کہا اگر اس سے سودا لیا جائے گا تو اخراجات میں بیس پونڈ باہر کا اضافہ ہو جائے گا۔ صاحب نے کہا کچھ حرج نہیں ہے، مہینے انگریزی دکان سے سودا خریدنا چاہئے۔

میں نے یہ بھی سنا ہے کہ مشرقی ملکوں کے انگریز عہدہ دار ہمیشہ اپنی قیمتی چیزیں ولایت سے منگوانے میں تاکہ ان کا روپیہ باہر نہ جاسکے۔ کیا ہم ان مثالوں کے بعد مسلمانوں کی حالت کو کسی شمار میں لاسکتے ہیں؟ اگر ہم مسلمانوں کو رات اور دن بھی یہ نصیحت کرتے رہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے سوا کسی اور سے سودا نہ لیں، پھر بھی وہ ان تمام نصیحتوں کو بھول جاتے ہیں، اگر کسی اجنبی سے سودا لینے میں انہیں ایک

ہی آنہ کا فائدہ نظر آتے۔ یہود کے بائیکاٹ میں عربوں کی ناکامی کی بڑی وجہ یہی تھی کہ مسلمانوں نے نرخ اشیار کے معمولی فائدے کو ہاتھ سے دینا گوارا نہ کیا اور وہ اپنے معمولی فائدے کی خاطر اپنے سب سے تیز ہتھیار (یہودیوں کا بائیکاٹ) کو ضائع کر کے بیٹھ گئے۔ انہوں نے اس معمولی نفع کا تو خیال کر لیا مگر وہ نقصانِ عظیم جو یہودیوں سے انہیں پہنچ رہا تھا اس کا خیال تک نہ کیا۔

## جنگِ طرابلس کی مثال

ایک مرتبہ میں نے ایک بڑی حیثیت کے مصری مسلمان سے شکایت کی کہ مصریوں نے طرابلسِ الغرب اور برقعہ کے مجاہدین کی امداد سے بہت پہلو تہی کی ہے، میں نے یہ بھی کہا کہ اگر اسلام اور ہمسائیگی کا خیال نہ بھی کیا جاتے تو مصریوں کو محض اس لئے بھی اُن کی امداد کرنا چاہئے کہ وہ اپنی خود مختاری اور اپنے مستقبل کو قائم رکھ سکیں، کیونکہ جس طرح سوڈان میں انگریزوں کا رہنا مصر کی خود مختاری کے لئے ہر پاک ہے، اسی طرح برقعہ میں اٹلی کی موجودگی بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

مصری مسلمان نے جواب دیا کہ جب اٹلی نے طرابلس پر حملہ کیا تو مصریوں نے اُن کے لئے بہت کچھ کیا تھا اور انہوں نے بڑی بڑی

رقمیں خرچ کی تھیں لیکن خرچ کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی کہ آخر کار اٹلی نے قبضہ کر لیا۔

میں نے کہا بے شک طرابلس میں مصریوں نے جو کچھ کیا وہ قابلِ قدر ہے لیکن جو رقم انہوں نے دی وہ ایک لاکھ پچاس ہزار پونڈ سے زیادہ نہیں پھر کیا اس رقم کے ساتھ مسلمان یہ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ طرابلس کو اٹلی کے پنجے سے چھڑالیں؟ یہ رقم اٹلی کی شہربانی کے مقابلہ میں تو کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی۔

مصریوں نے جنگ طرابلس میں ایک لاکھ پچاس ہزار پونڈ دیئے اور حکومت عثمانیہ (ترکی) نے دس لاکھ پونڈ خرچ کئے۔ اس شہربانی کا نتیجہ حسبِ ذیل تھا:-

اول:- مسلمانوں نے اسلام کی عزت کو قائم کیا اور فرنگیوں کو سبق دیا کہ ہم اب تک زندہ ہیں اور ہم اپنے شہروں کو گردنیں کٹاتے بغیر کسی کے سپرد نہیں کریں گے۔ اس بہادرانہ طریقِ عمل میں جس قدر معنوی اور مادی فائدے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہو سکتے۔

دوہم:- اس معمولی رقم نے طرابلس والوں کو لڑنے مرنے پر آمادہ کر دیا جس سے اٹلی کو سخت نقصانات پہنچے، یہاں تک کہ ان کے سیاست دان طرابلس پر حملہ کرنے میں پشیمانی ظاہر کرنے لگے۔

سوم: اگرچہ مسلمانوں کے شہدائے کرام نہ تھے تاہم اٹلی کے مقتولوں کی تعداد اُن سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اٹلی کی فوج پر میدان جنگ میں ناقابل بیان مصیبتیں ٹوٹیں۔ صرف ایک معرکہ کا حال سن لیجئے جو شہر بنغازی کے دروازے پر ہوا۔ اس دروازے پر ڈیڑھ سو عرب مجاہدین، تین ہزار اٹلی کے سپاہیوں کے ساتھ لڑتے رہے، یہاں تک کہ وہ تفریباً سب کے سب شہید ہو گئے۔ عربوں کو اس نقصان جان پر بہت تکلیف ہوئی۔ مگر اسی دوران میں انہیں استنبول سے ایک تار موصول ہوا، یہ تار اٹلی سے جرمنی کے سفیر نے اپنی حکومت کو راز کی صورت میں بھیجا تھا اور جرمن حکومت نے راز دارانہ ہی اُسے حکومت عثمانیہ کو بھیج دیا۔ اس تار میں لکھا تھا کہ بنغازی کی لڑائی میں اٹلی کے تین ہزار سپاہیوں سے ڈیڑھ ہزار سپاہی قتل ہوتے اور سات افسر پاگل ہو گئے۔ یہ واقعہ ایسے ہی بیسیوں واقعات ہیں سے ایک ہے۔

پس دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کس طرح مسلمان اپنے سے دشمن گنا دشمنوں سے لڑے اور ان کی نصف تعداد کو تباہ و برباد کیا۔ خود کار ساز غیب کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ اگر مسلمان طاقتور ہوں گے تو دشمن گنا دشمنوں پر غلبہ پائیں گے اور اگر کمزور ہوں گے تو اپنے سے دو چند پر غالب آئیں گے۔ چنانچہ سورۃ الانفال میں ارشاد ہوتا ہے:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضَ  
 الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ  
 إِنْ تَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ  
 صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ  
 وَإِنْ تَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا  
 أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِيَّاهُمْ  
 قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝ أَلَا تَرَ  
 حَقْفَ اللَّهِ عَنْكُمْ وَعِلْمَ أَنْ  
 فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ تَكُنْ مِنْكُمْ  
 مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ  
 وَإِنْ تَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا  
 أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ط وَاللَّهُ  
 مَعَ الصَّابِرِينَ ۝

میں نے پیغمبر مومنوں کو لڑائی کا شوق دلا اور مسلمانوں! اگر  
 تم میں بیس آدمی بھی مشکوں کو جھیل جانے والے نکل آئے  
 تو یقین کرو، وہ دوسو دشمنوں پر غالب ہو کر رہیں گے اور اگر  
 تم میں ایسے آدمی سو ہو گئے تو سمجھ لو ہزار کافروں کو مغلوب  
 کر کے رہیں گے، اور یہ اسلئے ہو گا کہ کافروں کا گروہ ایسا  
 گروہ ہے جس میں سمجھ بوجھ نہیں .....  
 ..... (مسلمانوں) اب خدا نے تم پر  
 بوجھ ہلکا کر دیا۔ اس نے جانا کہ تم میں کمزوری ہے۔  
 اچھا، اب اگر تم میں جھیل جانے والے سو آدمی ہونگے تو  
 راہیں صرف اپنے سے دو گنی تعداد کا مقابلہ کرنا ہوگا  
 یعنی، وہ دوسو دشمنوں پر غالب رہیں گے اور اگر ہزار  
 ہونگے تو سمجھو دو ہزار دشمنوں کو مغلوب کر کے  
 رہیں گے اور یاد رکھو! اللہ جھیل جانے والوں کے ساتھ ہے

چہارم: طرابلس کی لڑائی میں اٹلی کو جو مالی نقصان ہوا وہ دس  
 کروڑ پونڈ ہے اور چونکہ بیس سال تک لڑائی جاری رہی، لہذا یہ خیال  
 کیا جاتا ہے کہ اٹلی کے مالی نقصانات کا اندازہ بیس کروڑ پونڈ ہے۔  
 بہر حال وہ تقویری سی رقم جو مسلمانوں نے مجاہدین طرابلس کو

چندہ کے طور پر دی، یہ سب اسی کا نتیجہ تھا۔ لیکن افسوس کہ مسلمان ان نتائج پر بھی قانع نہیں ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ حکومت اٹلی جسکی مردم شماری چار کروڑ دس لاکھ اور جن کی سالانہ آمدنی بیس کروڑ پونڈ سے زائد ہے، پہلے ہی حملے میں مسلمانوں کے سامنے جھک جاتی، یا جنگ شروع ہوتے ہی ہتھیار ڈال دیتی۔ اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو مسلمان بالکل حیران و پریشان ہو کر رہ جاتے ہیں اور بعض تو بالکل یاس کی حالت تک پہنچ جاتے ہیں جو شرآن کریم کے ہاں کفر کے برابر ہے،

إِنَّهُ لَا يَأْتِيَنَّ مِنْ رَوْحِ  
اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرُونَ

اس کی رحمت سے مایوس وہی لوگ ہوتے  
ہیں جو منکر ہیں۔

اٹلی کی مردم شماری اور دولت وغیرہ کے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا اس کو الگ رکھ کر یہ دیکھتے کہ اس کے جوانوں میں مسلمانوں سے جنگ و قتال کا اشتیاق کس قدر تھا۔ اس کے لئے ایک اطالوی گیت کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہ گیت اخبار "الفخ" نے "جمیۃ الشرق" کے ۵۴۳ دین نمبر سے الفاظ ذیل میں نقل کیا ہے۔

"ایک بیس سالہ اطالوی نوجوان کے لئے سب سے زیادہ

"تکلیف دہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے وطن کی راہ میں نہ لڑے، جبکہ

طرابلس میں ..... جنگ کا میدان گرم ہے اور اٹلی کا ستہ رنگا



جھنڈا اور جنگی ترانہ، اطالوی بہادروں کو گرا رہے ہیں۔ اے میری  
 ماں! اپنی دعا کو پورا کر اور رومت، بلکہ خوش ہو اور ذرا سا غور کر۔  
 کیا تم نہیں جانتیں کہ اٹلی مجھے بلا رہا ہے اور میں طرابلس کو خوشی  
 کے ساتھ جا رہا ہوں تاکہ میں اپنے تون کو اس ملعون اُمت کے  
 تباہ کرنے میں بہادوں اور مسلمانوں سے لڑوں جو دوشیزہ لڑکیوں  
 کو پادشاہ کے لئے حلال سمجھتے ہیں۔ میں اپنی تمام طاقت سے قرآن  
 کو مٹانے کے لئے لڑوں گا۔ وہ نوجوان کبھی شان کا مستحق نہ ہوگا  
 جو کج اٹلی کے لئے شربان نہ ہو۔ اے ماں! دلیر ہو جا اور کارروئی  
 کو یاد کر جس نے اپنے وطن کی راہ میں اپنی تمام اولاد کو قربان کر دیا تھا۔  
 اے میری ماں! میں سفر پر جا رہا ہوں، کیا تم نہیں جانتیں  
 کہ ہمارے جہاز ہمارے سمندر کی صاف اور نیلی لہروں پر لنگر ڈالیں گے؟  
 میں طرابلس کو جا رہا ہوں اور خوش جا رہا ہوں کیونکہ ہمارا سہ رنگا  
 جھنڈا مجھے بلا رہا ہے اور وہ ملک اس کے سایہ میں ہی۔ اے میری  
 ماں! رومت کیونکہ ہم زندگی کی راہ میں ہیں، اگر ہیں واپس نہ  
 آیا تو میرے فراق میں آسومت پہانا بلکہ تم ہر شام کو قبرستان  
 میں جانا، شام کی ٹھنڈی ہوا میں تمہارے الوداع کو طرابلس  
 لے جائیں گی۔ وہ الوداع جو تمہیں کبھی بھی تمہارے جگر کے ٹکڑے

پر ماتم نہ کرنے دیگا اور اگر تم سے کوئی پوچھے گا کہ تم ماتم کیوں نہیں  
 کرتے؟ تو تم اسے یہ جواب دینا، اس لئے کہ میرا بیچہ اسلام سے  
 لڑائی کرتا ہوا مارا گیا ہے۔ لے میری ماں! ڈھول بج رہا ہے اور  
 میں جا رہا ہوں، کیا تم لڑائی کے ڈنکے سنتی نہیں ہو؟ لے ماں! مجھے  
 معاف کرنے دو، الوداع“

## چہارلیف کی مثال

اب ہم ایک اور مثال دیں گے اور اس کے بعد یہ بحث ختم کر دیں گے۔  
 کیونکہ ہمارے پاس اس قدر مثالیں موجود ہیں جو شمار میں بھی نہیں آسکتیں  
 آپ کو معلوم ہے کہ ریفی لوگ کتنی سال تک اہل اسپین سے لڑتے رہے اور  
 آخر کار ان پر غالب آگئے۔ اس جنگ میں انہوں نے اسپین کے ۲۶ ہزار  
 سپاہیوں کو قتل کر کے ان سے ۱۱ توپیں چھین لیں، حالانکہ ریفیوں کی کل مردم  
 شماری ۸۰ ہزار ہے اور اسپین کی مردم شماری دو کروڑ باتیس لاکھ سے  
 کم نہیں ہے۔ ریف کی سرزمین زیادہ تر ویران ہے اور ریفی لوگ بہت  
 غریب ہیں، وہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے روٹی کماتے ہیں، لیکن بائیں ہمہ  
 انہوں نے وہ کام کیا جس پر دنیا بھر کے لوگ حیران ہیں۔ اگر ریفی لوگ  
 عیسائی ہوتے تو ان پر ہر طرف سے کروڑ ہا روپے کی بارشیں ہو جاتی۔

انہیں یہ اہدائے خواہ خفیہ طریقہ سے ملتی یا صلیبِ احمر ریڈ کراس کے نام سے تاکہ وہ اپنے زخمیوں کا علاج کریں۔ لیکن ہم مسلمانوں سے پوچھتے ہیں کہ انہوں نے اس وقت تک ریفیوں کو کتنے روپے بھیجے ہیں؟

اسپین کی شکست کے بعد فرانس نے ہسپانوی حکومت کے لئے تین لاکھ سپاہی جمع کر دیئے اور ریفیوں کو سمندر اور خشکی کی تمام طرفوں سے گھیر لیا گیا اور سینکڑوں ہوائی جہاز ان کے دیہات پر بم برسائے گئے۔ صرف فرانسیسیوں اور ہسپانیوں ہی کے ہوائی جہاز کام میں نہیں لاتے گئے بلکہ نیویارک سے امریکہ کے ہوائی جہاز بھی لاتے گئے تاکہ ریف کے مسلمانوں کو تباہ کر دیا جاتے جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا مسلمانانِ عالم دوڑ کھڑے ہوتے مزے کے ساتھ لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر کئی سال کے بعد بعض غیرتمند لوگ اٹھے اور ریف کے زخمیوں کے لئے چندے کی اپیل کی تاکہ مسلمانوں میں بھی کچھ جوش و خروش پیدا ہو۔ راقم الحروف نے بھی محض قلمی خدمات پر اکتفا نہ کیا بلکہ ہجرت و بے وطنی کے باوجود رہبری کے لئے چار پونڈ چندہ بھی دیا۔ اب سن لیجئے کہ تمام عالمِ اسلامی نے مجاہدینِ ریف کے لئے کتنا چندہ جمع کیا؟ محض پندرہ سو پونڈ۔ شرم ہو مسلمانوں پر کیا تم اسی شریانی پیرا توامِ عالم پر غالب ہونے کی توقع رکھتے ہو؟

# زوالِ اُمت کا دوسرا سبب

اپنے دین اور قوم سے غداری اور دشمنوں سے وفاداری

مسلمانوں نے نہ صرف ریفیوں کو بے امداد چھوڑا بلکہ ان میں سے بعض ایسے بے حیا لوگ بھی نکل آئے جو ریفیوں کے مقابلہ میں اس سختی سے لڑے، گویا کفار کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں۔ سردار ریف غازی محمد ابن عبدالکریم کے خلاف کئی (مسلمان) قبیلے کھڑے ہو گئے اور فرانسیسیوں اور ہسپانیوں کو خوشی کے ساتھ اپنی خدمات پیش کیں اور اپنے مسلمان بھائیوں اور ہم وطنوں کے حق میں خیانت کی، جس کا انجام اب تک وہ بھگت رہے ہیں۔ اسی طرح ہمالے ہاں شام کے جہاد حریت میں بھی اسی قسم کے خائن اور غدار موجود تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے اسلامی ملکوں میں بھی اس قسم کی خیانت بر ملا ہو رہی ہے۔

کیا پھر ایسے ہی اعمال کی موجودگی میں ہمالے بھائی بسیونی صاحب خدا تعالیٰ سے وعدہ نصرت کو پورا کرانا چاہتے ہیں؟

اگر کوئی شخص ان غداروں سے پوچھے کہ تم نے دشمنانِ اسلام

کی کیوں خدمت کی؟ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہاری یہ خیانت، دین، شرافت  
جو امر وی اور تمہاری اپنی مصلحت اور سیاست کے خلاف ہے؟ تو  
وہ جواب دیں گے جناب! ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اجنبیوں نے ہمیں اس کام  
کے کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اگر ہم اسے قبول نہ کرتے تو وہ ہمیں مار ڈالتے  
یا نقصان پہنچاتے۔ پس ہم لوگ اگر مسلمانوں کے ساتھ لڑے ہیں تو بہت  
مجبور ہو کر لڑے ہیں۔ یہ بے حیا اپنی مجبوری کا ذکر تو خوب کر دیتے ہیں لیکن  
خدا کا یہ قول بھول جاتے ہیں: - اَتَخَشُّوْا نَهْمًا جَآءَ اللّٰهَ اَحَقُّ اَنْ  
تَخَشُّوْا اِنْ كُنْتُمْ مَّوْمِنِيْنَ ۝ (ترجمہ: کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اگر  
ڈرتے ہو تو تم مومن نہیں۔ کیونکہ) اگر مومن ہو تو اللہ اس بات کا زیادہ  
سزاوار ہو کہ اس کا ڈر تمہارے دلوں میں بٹا ہو، دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: فَلاَ  
تَخَافُوْهُمْ وَاخَافُوْا اِنْ كُنْتُمْ مَّوْمِنِيْنَ ۝ (ترجمہ: اگر تم ایمان رکھنے والے ہو تو شیطان کے سائیکھوں ڈرو اللہ کا  
پس اس قسم کے بیہودہ عذرات سے کوئی عذر مسلمان اپنی صفائی  
نہیں کر سکتا اور نہ یہ کوئی جائز اور درست عذر ہے۔ اس میں کچھ شک  
نہیں کہ اجنبی طاقتیں مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتی ہیں، لیکن اس  
کے ساتھ یہ بھی جاننا چاہئے کہ انہی اجنبیوں نے کئی نیک مسلمانوں کو  
مختلف قسم کی خیانتوں پر آمادہ کرنا چاہا، مگر انہوں نے ان کی فریفتشوں  
کو اسی وقت رد کر دیا اور ان کے اس انکار سے نہ تو آسمان ان پر

ٹوٹ پڑا اور نہ زمین اُن کے قدموں سے نیچے نکل گئی۔ کیا آپ نے کبھی اس حقیقت پر غور کیا ہے کہ اجنبی لوگ ان مسلمانوں پر جو ان کی خواہشات سے انکار کر کے اپنی ملت سے خیانت نہیں کرتے، کیوں خفا ہوتے ہیں؟ اصل واقعہ یہ ہے کہ شروع شروع میں جب اہل مغرب نے اسلامی ملکوں کو فتح کیا تو انہیں بڑی سہولت کے ساتھ ایسے بے شرم مسلمان مل گئے جنہوں نے اپنی قوم کے خلاف خوشی خوشی اپنی خدمات ان کے پیش کر دیں اور اُن کی صفوں میں کھڑے ہو گئے اور انہیں اپنے دین اور وطن پر ترجیح دی اور اپنے بھائیوں کے ساتھ لڑنے لگے۔ اگر شروع میں یہ بات نہ ہوتی تو کبھی کسی اجنبی کو یہ جرأت نہ پڑتی کہ وہ مسلمانوں کو اپنی مصلحت کے لئے اس قسم کی خیانت پر آمادہ کرتا یا زبان ہی سے ایسی بات نکالتا یا کسی مسلمان کو اس لئے موت کی سزا دی جاتی کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر اپنے مسلمان بھائیوں کو کیوں قتل نہیں کرتا؟

## عزت اور آبرو کی موت

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں موت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک موت وہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور جو زندہ رہنے کے لئے ہوتی ہے، یہ موت اُس مومن کو نصیب ہوتی ہے جو کسی دشمن کو اپنے وطن سے ہٹانے

کے لئے مرجائے اور موت کا جام نوش کرنے سے پہلے میدان سے پیچھے نہ ہٹے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے:-

تاخرت استبقی الحیاة فلو اجد      لنفسی حیاة مثل ان اتقدما

میں زندہ رہنے کے لئے (میدان جنگ سے) پیچھے رہا، لیکن میں

نے اپنے نفس کے لئے کوئی زندگی نہ پائی۔ زندگی تو صرف آگے بڑھنے

والوں کے لئے مخصوص تھی۔

یہ وہی موت کا پیالہ ہے جو ایک فرانسیسی، فرانس کو زندہ رکھنے کے

لئے ایک جرمن، جرمنی کو زندہ رکھنے کے لئے اور ایک انگریز انگلستان کو

زندہ رکھنے کے لئے خوشی کے ساتھ پی لیتا ہے، بلکہ اسے فرض عین سمجھتا

ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس فرض سے انکار نہیں کرتا۔

یہ تو موت کی پہلی قسم ہے۔ موت کی دوسری قسم یہ ہے کہ ایک

مسلمان کسی اجنبی حکومت کی خدمت کرتا ہوا لڑائی میں مرجائے، یعنی

اس لئے مرے تاکہ اس کا اجنبی آقا اپنے کسی دشمن پر، خواہ وہ مسلمان

ہی کیوں نہ ہو غلبہ حاصل کرے، مثال اس کی یہ ہے کہ افریقہ کا مغربی،

فرانسیسیوں کی خاطر جرمنی سے لڑتا ہوا مرجائے یا ایک ہندوستانی

انگریزوں کی خاطر عربوں اور ترکوں سے لڑتا ہوا مرجائے۔

حالانکہ جب فرانسیسیوں کو اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو جاتا

سے تو افریقہ میں اور زیادہ سخت متکبر ہو جاتے ہیں مسلمانوں کے حقوق کو دل کھول کر سمجھم کرتے ہیں اور ان کی جا تداؤں کو چھینتے ہیں، چنانچہ جنگ عظیم کے بعد ایسا ہی ہوا ہے اور ہماری اس بے غیرتی کے باعث ان کی جرات اور ہمت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ اب وہ بربروں کو عیسائی بنانے کے درپے ہیں اور اس کی عملی کوششیں شروع ہو چکی ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ افریقہ کا مغربی، دریائے رائے کنائے پر مرے یا شام کے میدانوں میں، وہ اس لئے مرتا ہے کہ اس کا ملک اور زیادہ مر جاتے، کیونکہ انہیں مغربیوں کو خارجی دنیا میں جس قدر زیادہ طاقت حاصل ہوگی وہ افریقہ کے مغربیوں کو اسی قدر زیادہ تکلیف دیں گے اور انہیں ذلیل و خوار کریں گے۔ اسی طرح وہ ہندوستانی جو انگریزوں کی خاطر گردن کٹاتا ہے، وہ ہندوستان کی غلامی کو اور زیادہ کرتا ہے۔ اسی طرح وہ تاتاری جو روسیوں کی خاطر مرتا ہے اسے اس کے سوا اور کوئی بدلہ نہ ملے گا کہ روسی لوگ تاتاریوں کو اور زیادہ ستائیں۔ اب غور فرمائیے کہ یہ سب موتیں بھی بہر حال موتیں ہیں جو مقور اسٹائم کھا کے انسان کو موت کے دروازہ تک لے جاتی ہے مگر وہ موت جو سیدھے راستے سے انسان کو موت تک پہنچاتی ہے، یہ کہ افریقہ کا مغربی خور فرانسیزیوں سے لڑے یا ہندوستانی انگریزوں سے



لڑے اور مرتے۔ یہ موتیں وہ ہیں جن سے اُن کا وطن اور وطنی بھائی ظلم سے رہائی حاصل کر سکتے ہیں۔

## مراکش اور شام کے بڑے بڑے لوگوں کی غداریاں

اگر یہ باتیں عوام الناس تک محدود رہیں تو ہم ضرور یہ کہتے کہ وہ بیچارے کیا جانیں؟ وہ تو جانوروں کی طرح ذبح خانے کی طرف ہانکے جاتے ہیں۔ وہ نہ شران حکیم کے احکام سے واقف ہیں، نہ سنت کو جانتے ہیں، نہ سیاسیات سے باخبر ہیں، لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ اچھے بھلے عقلمند اور ذی وجاہت لوگ بھی اپنی قوم اور وطن سے غداریاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مراکش کا وزیر عظیم المقدری اپنے ہم وطن مسلمان بربروں کو عیسائی بنانے میں جس قدر کوشش کر رہا ہے، شاید ہی کوئی فرانسیسی کر سکتا ہوگا۔ اسی طرح البغدادی نے جو فاس کا گورنر ہے، اس کام کو جس "اخلاص" سے انجام دیا ہے، میرا خیال ہے کہ کوئی کافر بھی انجام نہ دے سکتا۔ چنانچہ اس نے تقریباً ایک سو نو جوانوں کو اس لئے کوڑے لگاتے کہ وہ قرین کی جامع مسجد میں اس طرح وظیفہ خوانی کرنے لگے۔

یا لطیف الطیف بہا جرت بہ المقادر | الے لطیف خدا! تو مقدر کو ہلکا کر اور

ولا تفرق بيننا وبين اخواننا  
البرابر  
ہم کو اپنے بربری بھائیوں سے  
جدا نہ کر۔

اس کے علاوہ فاس کے مفتی کو بھی نہیں بھولنا چاہتے جس نے  
یہ فتویٰ دیا کہ بربری لوگ شریعت اسلام پر عمل نہ کرنے سے دائرۃ اسلام  
سے خارج نہیں ہو جاتے۔

تعجب کی بات ہے کہ اگرچہ یہ سب خاتن بڑھے ہو گئے ہیں اور  
مسلمانوں کے بالوں کو بہت کھاپی چکے ہیں، تاہم وہ اب تک فرانسیزیوں  
کی چا پلوسی کے درپے ہیں، ان کے تقرب پر جان دیتے ہیں اور کسی وقت  
بھی اپنے اخلاص کی نمائش سے قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔ ان حرکات  
سے ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے عہدوں پر قائم رہ سکیں۔

لطف یہ ہے کہ ان خاتنوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ فرانسیزیوں  
کا اس نئے قانون سے جس میں بربریوں کو اسلام سے خارج قرار دیا  
گیا ہے، کیا نشانہ ہے؟ اور انہوں نے بربریوں کو اسلام سے الگ  
کرنے کے لئے کیا کیا تیاریاں کی ہیں؟ نیز وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بشار  
پادری اور مسیحی مشنری کس طرح بربریوں میں گھومتے رہتے ہیں اور  
ان کے یتیم بچوں کو، غریبوں کو اور کم ایمان والوں کو تلاش کر کے  
اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں؟ وہ اس کے ساتھ یہ بھی جانتے ہیں کہ

فرانسیسیوں نے مسلمانوں کے عالموں اور مبلغوں کا بربروں میں پھرنا قطعاً بند کر دیا ہے تاکہ مشنریوں کو اپنا کام سرانجام دینے میں آسانی ہو۔ ہمارا قیاس یہ ہے اور یہ کچھ بعید از عقل بھی معلوم نہیں، ہوتا کہ المقری اور البخاری ان لوگوں میں سب سے اول ہوں گے جنہوں نے بربروں میں علمائے اسلام کے پھرنے اور وعظ کہنے کو ممنوع و شرار دیتے جانے پر اپنے دستخط ثبت کئے ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ المقری نے مسلمانوں کو بیت المال میں سے اپنا رسالہ "مراکش الکاٹولیکہ" کے لئے ایک فنڈ مقرر کر لیا ہو، کیونکہ اس رسالہ کا مقصد اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کہ اسلام کی بڑائی بیان کی جائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر حملے کئے جائیں۔ اس رسالہ کے کئی نمبر ہمارے پاس موجود ہیں۔ ان کے اوراق اسی قسم کے مقالوں سے بھرے پڑے ہیں۔

ان سب باتوں کے باوجود المقری کو آپ دیکھیں گے کہ وہ بڑی لمبی نمازیں پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں تسبیح ہے اور ہمیشہ درود و سلام میں مشغول رہتا ہے اور اسی طرح یہ بد بخت البخاری بھی ان لوگوں میں سے ہے جو قبروں کے سامنے بیٹھے رہتے ہیں، اولیاء اللہ سے امدادیں مانگتے ہیں اور خالقِ خدا پر اس قسم کی جھوٹی پرہیزگاری

جتاتے ہیں۔ باقی رہے مفتی صاحب تو ان کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ تو بہر حال مفتی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ دن میں جماعت کے ساتھ پانچ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں اور تہجد و اشراق اور وتر و نفل کے پڑھنے میں بھی حتی الوسع دریغ نہیں کرتے۔ خدا کی لعنت ہو ان سب پر!

یہ باتیں نہ صرف افریقہ میں ہوتیں بلکہ ہمارے ہاں شام میں بھی فرانسیسیوں کی فتح کے بعد یہاں بھی کئی مولوی اس قسم کی خیانت کے مرتکب ہو رہے ہیں، اگرچہ ان کی خیانت کسی حد تک مذہبی خیانت نہیں، تاہم وطنی خیانت ضرور ہے۔ چنانچہ جب فرانسیسیوں کے بعض مولویوں کو کہا کہ وہ "الموتیر السوری الفلستینی" کے خلاف جو شام اور فلسطین کی خود مختاری کے لئے کوشش کر رہی تھی، لیگ آف نیشنز کو تاریں بھجیں اور اس سے اپنی نفرت و بیزاری اور بے تعلقی کا اظہار کریں تو ان بڑی بڑی پگڑیوں والے، لمبی لمبی عباؤں اور موٹی موٹی گردلوں والے اور بڑے پیٹ والے مولویوں نے فی الفور اس مجوزہ تار پر دستخط کر دیتے ہیں اگر میں یہ نہ کہوں کہ ان پر خدا کی لعنت ہو تو شاید میرے افریقہ کے بھائی محمد پر ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ تم نے ہمارے صدر اعظم اور مفتی اکبر پر تو لعنت بھیجی مگر اپنے شام کے مولویوں کو اس "لعنت"

سے بچا لیا، پس میں عدل و انصاف کے تقاضے سے ان سب پر لعنت بھیجتا ہوں۔ خدا ان سب پر لعنت کرے جو اجنبیوں کی ہر خواہش کو بلا لیت و لعل پورا کرتے ہیں، اگرچہ وہ دین اور وطن کے لئے کس قدر بھی نقصان دہ کیوں نہ ہو!

اب شاید براہِ دم محمد بیونی عمران صاحب یہ کہیں گے کہ اس قسم کی خیانت کرنے والے لوگ دنیا کے اسلام میں بہت کم ہیں اور تمام مسلمان ان کی بدکاریوں اور برائیوں کے ذمہ دار نہیں ہیں تو اس کے جواب میں گزارش ہے کہ سب سے اول یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جب رحمت اترتی ہے تو وہ خاص ہوتی ہے اور جب معصیت نازل ہوتی ہے تو وہ عام ہوتی ہے۔ ہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ ایسے مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے اور عام مسلمان ان کے اعمال کے ذمہ دار نہیں ہیں، اس لئے کہ اگر عام مسلمانوں کو اپنے منہ فیض کا احساس ہوتا اور وہ ان خاتموں کی سرکوبی کرتے رہتے تو یہ لوگ کبھی بھی ان کے دین اور دنیا کو فروخت کرنے کی جرأت نہ کر سکتے۔ بلکہ اس کے خلاف ان کی یہ حالت ہوتی کہ اگر فرانسسی ان کے سامنے کوئی ایسی تجویز پیش کرتے جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے مضر ہوتی تو اگر وہ اس کو ملتوی نہ کر سکتے تو کم از کم اتنا ضرور کرتے کہ وہ اپنے عہدوں سے مستعفی ہو کر

اپنے گھروں میں بیٹھ جاتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ فرانسیسی ان کے عہدے بعض دوسرے مسلمانوں کو دیدیتے لیکن جب وہ یہ دیکھتے کہ یہ نئے عہدیدار بھی اس تجویز کو عملی جامہ نہیں پہناتے تو انہیں مجبوراً یہ نتیجہ نکالنا پڑتا کہ اصرار، تکرار اور ضد سے کوئی فائدہ نہیں اور اس کے بعد وہ اپنے مذموم ارادہ و خیال سے ضرور دست کش ہو جاتے، لیکن موجودہ حالت تو بہت افسوسناک ہے اس لئے کہ فرانسیسی لوگ مسلمانوں کی امداد سے اسلام کو تباہ و برباد بھی کرتے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ ہمارا تو اس معاملہ میں کچھ بھی قصور نہیں، یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے، تمہارے اپنے بھائی کر رہے ہیں۔

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فرانسیسی لوگوں نے بربروں کو خالص از اسلام قرار دیتے جانے کے قانون کے متعلق کیا پروپینڈا کیا ہے؟ انہوں نے صاف اعلان کر دیا ہے کہ یہ قانون شاہ مراکش اور اس کی گورنمنٹ نے منظور کیا ہے اور ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

## مسلمانوں کے دشمن

ان حالات میں ہمارے بھائی بیونی عمران صاحب فرماتے ہیں، کیا یہ وہی اسلام ہے جس کی بنا پر آپ خدا سے مسلمانوں کی نصرت اول

تائید کا مطالبہ کرتے ہیں؟ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا  
 وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرْآنَ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصَلِحُونَ ○  
 (ترجمہ:۔۔۔ یاد رکھو) ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تمہارا پروردگار آبادیوں  
 کو ناحق ہلاک کر دے اور اسکے بارشندے اعمال صالحہ رکھتے ہوں)  
 پس جب تک ہم تک مسلمانوں میں خاتن اور غدار مسلمان موجود  
 ہیں اور انہیں ان کے اعمال سے کوئی روکنے والا نہیں ہے، ہم یقینی  
 طور پر ایسی ہی ذلت اور خواری کے مستحق رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے  
 اجنبیوں کو یہ طاقت نہیں دی کہ وہ اسلامی ممالک کو فتح کریں۔ انہیں  
 اپنا غلام بنائیں اور ان کے مالوں پر قبضہ کر لیں بلکہ اس ظلم کے ہم ذمہ دار  
 ہیں۔ ہم نے خود اپنی غداری سے اسلامی ممالک کو غیروں کے قبضے  
 میں دے دیا ہے۔ اب مسلمانوں کی ذلت، پستی اور محکومی سے خدا تعالیٰ  
 کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو زندگی کا سبق سکھایا جائے اور ان کے  
 بُروں کو نیکیوں سے اس طرح علیحدہ کر دیا جائے جس طرح آگ سونے  
 کو کھوٹ اور میل سے پاک اور صاف کر دیتی ہے۔ اس بارے میں اللہ

تعالیٰ کا یہی قانون ہے۔

لوگوں کے اعمال کے شبہ کی اور سندی میں  
 فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ  
 بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ

بَعْضَ الَّذِينَ عَمِلُوا الْعَمَلَهُ  
يَرْجِعُونَ ۝

کو ان کے اعمال کا کچھ بدلہ دیں شاید کہ  
وہ باز آجائیں

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی خرابی یہاں تک پہنچ  
گئی ہے کہ آج مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن خود مسلمان ہیں۔ یہ انتہا  
ہے کہ اگر کوئی سچا مسلمان اپنی ملت اور وطن کی خدمت کرنا چاہتا ہو  
تو وہ اپنے مسلمان بھائی سے اس کا ذکر کرتے ہوئے بھی خوف کھاتا ہے  
کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی بات سُن کر کسی اجنبی کو پہنچا دے اور  
جاسوسی کرے اور اس کی چغلی کھاتے ایسی چٹا خوری اور جاسوسی کا مقصد  
یہ ہوتا ہے کہ اجنبیوں کو فائدہ پہنچایا جائے۔ وہ مسلمانوں سے ہوشیار  
رہیں اور مسلمان اپنی قوم اور دین کے لئے کچھ نہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری  
حالت پر رحم فرماتے

شاہ ابن سعود کا قول ہے کہ مجھے مسلمانوں اور صرف مسلمانوں ہی  
سے ڈر ہے۔ میں اجنبیوں سے نہیں ڈرتا اور اس میں کچھ شک نہیں ہے  
کہ اجنبیوں نے مملکتِ اسلام میں جس قدر بھی فتوحات حاصل کی ہیں  
اگر وہ سب کی سب مسلمانوں کے ہاتھ سے پوری نہیں ہوتیں تو ان فتوحات  
کا نصف یا تہائی حصہ ضرور مسلمانوں کے ہاتھ سے پورا ہوا ہے۔ دشمنانِ اسلام  
کو مسلمانوں میں سے ایسے بہت لوگ مل جاتے ہیں جو ان کی بہبودی کیلئے



اپنی قوم کی جاسوسی کرتے ہیں، اجنبیوں کے حق میں پروپیگنڈا کرتے ہیں، ان کے ساتھ شامل ہو کر تلوار اٹھاتے ہیں اور اپنی قوم کی گردنیں کاٹ کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ ان حالات میں فرمائیے کہ اب اسلام اور ایمان کہاں ہے؟ اور خدا کے اس فرمان کی کسے پروا ہے، إِنَّهَا السُّؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ یعنی تم من تو آپس میں بھائی ہیں اور قرآن کی یہ آیت کسے یاد ہے؟ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ (ترجمہ:- اور تم میں سے جو کوئی ان (کافروں) کو رفیق و مددگار بنائے گا تو وہ انہی میں سے سمجھا جائے گا) نیز خدا کے اس حکم کی تعمیل کرنے والے کہاں ہیں؟

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کی امداد اور تعاون سے منع	إِنَّهَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ
کرتا ہے جنہوں نے تمہارے ساتھ دین میں لڑائی کی	قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم
اور تمہیں اپنے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے	مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ
کے درپے ہوئے (تم ان سے دوستی نہ کرو) جنہوں	أَخْرَجُكُمْ أَنْ تُولَّوْهُمْ جُوعًا
نے تم میں سے انکے ساتھ دوستی کی، وہ ظالم ہونگے	يَتَوَلَّوْهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

اسی حکم کے مطابق یہ بھی حکم ہے:-

پس اگر تم مومن ہو تو چاہتے کہ (آپس میں جھگڑا نہ کرو)	فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا إِذَا تَابْتُمْ
اللہ سے ڈرو، اپنا باہمی معاملہ درست رکھو اور	وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ
اسکے رسول کی اطاعت میں سرگرم ہو جاؤ۔	مُؤْمِنِينَ ۝

کیا خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت اور ایمانی دوستی اسی طرح ہوتی ہے کہ غیبروں کے لئے مسلمانوں کو تباہ و برباد کیا جائے۔ پھر کیا خدا ایسے لوگوں کو عزت و نصرت دے گا اور اس زمین پر حکمران بنائے گا جو اپنی قوم، اپنے وطن اور اپنی ملت کے خلاف غیر طاقتوں کی خدمت اور وفاداری کو اپنا مقصد حیات بناتے ہوئے ہیں؟

اب اس مسئلہ کے اصلاحی پہلو پر غور فرمائیے۔ اگر کوئی غیر تمند مسلمان ان بزرگوں کو ملامت کرے اور انہیں خیانت اور غداری سے منع کرے تو وہ ہمیشہ یہی جواب دیں گے جناب والا! نہ ہم لڑنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اجنبیوں کے ظلم و ستم سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ بے شک بُرا ہے لیکن ہم سے کئی گنا زیادہ بُرائیاں کرنے والے اور لوگ بھی تو موجود ہیں۔

بس انہی عذرات کو عذرانگ کہتے ہیں۔ غور تو کیجئے، اگر یہ لوگ اپنی تلواروں سے اپنی قوم اور ملت کی خدمت نہیں کر سکتے تھے تو قلموں کو جنبش دیتے، اگر قلموں کو جنبش نہیں دے سکتے تھے تو پھر زبان سے خدمت کرتے، اگر زبان سے بھی خدمت کا موقع نہ پاتے تھے تو کم از کم دل ہی سے کفار کو بُرا سمجھتے، لیکن ان کبختوں نے کچھ بھی نہ کیا۔

البتہ کیا تو کیا کیا دشمنانِ اسلام کے لئے اپنی قوم کی مصلحت کے خلاف جاسوسی کی اور اس ذلت کے باوجود اب وہ بہت خوش اور مطمئن نظر آتے ہیں اور بے خبر بڑے ہوتے عیش کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اُن کو نہ غم ہے، نہ فکر ہے، نہ حیلہ ہے اور نہ شرم ہے۔ وہ مسلمانوں کے حقوق کو فروخت کر کے اُن کی قیمت کھا رہے ہیں، وہ اپنے آرام کے عاشق ہیں، ان کا ضمیر مُردہ ہو چکا ہے اور انہیں ملامت بھی کوئی نہیں کرتا اور نہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا مسلمان موجود ہے جو انہیں ان کی غزازیوں اور بدکاریوں کا بدلہ دے سکے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام دنیا کے مسلمان برابر نہیں ہیں، مثلاً افغانیوں میں کوئی ایسا آدمی نہ ملے گا جو دشمنانِ اسلام کی خدمت کرنے اور پھر زندہ بھی رہے۔ اسی طرح وہابیوں میں بھی یہ بات نہیں ملتی۔ پھر مصریوں میں بھی سیاسی احساس یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ کوئی آدمی یہ جرات نہیں کر سکتا کہ وہ اجنبیوں کے حکم کو اپنی قوم کے حکم پر علی الاعلان ترجیح دے سکے یا اجنبیوں میں صاف طور پر کھڑا ہو سکے، لیکن اشنوس کہ اسلام کے دوسرے ملکوں میں یہ بات بھی موجود نہیں ہے۔ ان ممالک میں جو شخص بھی چاہتا ہے بڑی سہولت اور بے شرمی کے ساتھ دشمنانِ اسلام کا وفادار بن جاتا ہے اور

علی الاعلان ان کی حمایت کرتا ہے۔ اب فرمائیے کیا خدا ایسے ہی مسلمانوں کو اپنی حفاظت عطا فرمائے گا! اور یہ وعدہ پورا کرے گا۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ  
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَيْتَخْلِفَهُمْ  
فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ  
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَا يَهْتَكِنَ لَهُمْ  
دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَ  
لَيَكُنَّ لَهُمْ مِنَ بَعْدِهِمْ خَوْفُهُمْ  
أَمْنًا يُعْبَدُونَ بِنِي لَا يُشْرِكُونَ  
بِشَيْءٍ -

اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے جو تم میں سے ایمان لائے  
اور اعمال صالحہ اختیار کئے کہ ان کو زمین پر خلافت عطا فرمائیگا  
اسی طرح جیسے ان سے پہلے بنی اسرائیل وغیر گذشتہ امتوں کو عطا  
فرمائی تھی اور جو دین ان کیلئے اس نے پسند کیا ہے یعنی اسلام  
اس کو دنیا میں قائم کر کے رہیگا، نیز خوف اور خطرے کی اس  
زندگی کے بعد ان پر طمانینت اور رحمت کا ایسا دور طاری  
کر دے گا کہ وہ باطمینان اللہ کی عبادت کریں گے کسی  
کو اس کا شریک نہ گردائیں گے۔

سنو خدا اس سے پاک ہے کہ اس کے وعدہ خلافت کا اشارہ آج کل  
کے مسلمانوں کی طرف ہو، وہ مسلمان اپنی قوم کے خائن ہیں اور غیبروں  
کے وفادار ہیں اور ان کی رضا جوئی کے لئے اپنے بھائیوں کو ہر قسم کے  
نقصانات پہنچانے میں دریغ نہیں کرتے بلکہ اپنے دنیوی مفاد کی خاطر  
وہ ہر ذلیل سے ذلیل کام کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں، حالانکہ  
خدا نے ایمان کو اعمال صالحہ کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ ان کی ان  
بد اعمالیوں سے ظاہر ہے کہ ان کا سینہ وراصل ایمان سے خالی ہے۔

مذکورہ بالا آیت کا اشارہ ان مسلمانوں کی طرف نہیں جنہوں نے اپنی قوم کے مقابلہ میں دشمنوں کو امداد دی ہے، ان کی جاسوسی کی ہے اور اپنے وطن اور ملت کی خرابی کے لئے اجنبیوں کے وفادار بن گئے ہیں اور انہوں نے اپنے اسلام کے لئے صرف یہی کافی سمجھ رکھا ہے کہ نماز پڑھو، درود بھیجو اور ہر وقت ایک لمبی سی تسبیح اپنے ہاتھ میں پکڑے رہو۔ اگر یہ باتیں کسی شخص کو مسلمان بنانے کے لئے کافی ہوتیں تو شرآن یہ اعلان نہ کرتا، اسے فرزندانِ اسلام! جہاد کے لئے نکلو، صبر کرو سچے ہو جاؤ، تکلیفیں اٹھاؤ، اپنے مومن بھائیوں کی مدد کرو، انصاف سے کام لو اور احسان کرو، اگر صرف درود و ظالمت کسی انسان کو مسلمان بنانے کے لئے کافی ہوتے تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا:-

قل ان کان اباؤکم و	اسے پیغمبر! مسلمانوں سے کہو "اگر ایسا ہے کہ تمہارے
ابناؤکم و اخوانکم و	باپ تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہاری
ازواجکم و عشیرتکم و	برادری، تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے، تمہاری تجارت جسکے
اموالٍ اکتفتموها و تجارتہم	مندا پڑ جانے سے ڈرتے ہو، تمہارے رہنے کے مکانات جو
تحتسبون کسادہا و مساکن	تمہیں اس قدر پسند ہیں، یہ ساری چیزیں تمہیں اللہ سے
ترضونہا احب الیکم من	اسکے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ
اللہ و رسوله و جہاد فی	پیاری ہیں، تو رکھو حق تمہارا محتاج نہیں، انتظار کرو

سَبِيلِهِ قَتَرْتُمْ تَصَوَّاحْتُمْ يَاقِي

اللَّهُ يَا مَرَّةً وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے، وہ تمہارے سامنے لے

آئے اور اللہ کا مقررہ قانون ہو کہ وہ (ناسقوں پر

کا میابی و سعادت کی) راہ نہیں کھولتا!

کیا ہمارے دوست بسیونی عمران صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ آج کل

کے مسلمانوں میں سوائے شاذ و نادر کے کوئی مسلمان ایسا مل سکتا ہے جو

اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہو اور انہیں اپنے باپ بیٹے بھائی

بیوی، تجارت اور جائداد پر ترجیح دیتا ہو؟

## ایک قابلِ غور مثال

اب ہم ایک اور مثال دیں گے جس سے مسلمانوں کی ہمت اور ایمان

کا اندازہ لگ سکیگا اور وہ یہ ہے :-

ہم خدا نخواستہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ فرانسیسی لوگ بربروں کو

عیسائی بنانے میں کامیاب ہو رہے ہیں اور روما کا پوپ کیتھولک عیسائیوں

سے چندہ کی اپیل کرتا ہے تاکہ اسی لاکھ بربری مسلمان چالیس کروڑ

عیسائیوں میں شامل ہو جائیں اور ان کے لئے گرجے، سکول، یتیم خانے

اور ہسپتال بنوادیتے جائیں۔ آپ فرمائیے اس اپیل کے جواب میں انہیں

کتنے کروڑ روپے ملیں گے؟ ظاہر ہے کہ کروڑوں روپے جمع ہو جائیں گے

لیکن اگر یہی اپیل پرنٹسٹنٹ عیسائیوں سے کی جاتے تو ان کا چندہ لیکھواک کے چندہ کی نسبت یقیناً دوگنا ہوگا اور یہ رقم بہت کم مدت میں جمع ہو جائے گی۔

اب ہم مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ دیکھو! تمہارے برہمن بھائی اسلام سے مرتد ہونے کے قریب پہنچ گئے ہیں اور اس ارتداد کا باعث محض جہالت ہے۔ لہذا تمہارا فرض ہے کہ تم ان لوگوں میں اپنے علمائے بھجوتاکہ وہ انہیں اچھی طرح سے اسلام سکھا دیں۔ نیز ان کے لئے مسجدیں، سکول اور یتیم خانے بنوادیں تاکہ وہ اسلام پر قائم رہ سکیں۔ فرمائیے ہماری اس اپیل کا نتیجہ کیا ہوگا؟ میرا خیال ہے کہ جان توڑ کوشش اور دوڑ دھوپ کے بعد بھی شاید مسلمانوں کا چندہ عیسائیوں کے چندہ کا سواں حصہ ہوگا اس سے زیادہ کبھی نہیں ہوگا پس اس مثال سے عیسائیوں اور مسلمانوں کی مذہبی حیثت عیاں ہوگئی، اب اسکے بعد یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں کہ مسلمان کیوں ذلیل ہو گئے اور دیگر اقوام کیوں ترقی پر ہیں؟

## مسلمانوں پر تعصب کا الزام اور اسکی حقیقت

عیسائیوں کے شہرہ آفاق تعصب کے باوجود عیسائی مصنف اور اخبار نویس اور ان کے مشرقی شاگرد، دوسروں پر تعصب کا الزام

لگانے میں شرم محسوس نہیں کرتے اور اپنے آپ کو وسیع دل بتاتے ہیں چنانچہ یہ لوگ راقم الحروف کے علاوہ سید رشید رضا اور عبدالحمید بک سعید رئیس جمعیتہ الشبان المسلمین وغیرہ کو جو اسلام کی حمایت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو جگانے ہیں، ہمیشہ متعصب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ پھر لطف یہ کہ ہم صرف عیسائیوں کے نزدیک ہی متعصب نہیں ہیں بلکہ ان لوگوں کے نزدیک بھی متعصب سمجھے جاتے ہیں جو مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام کے حکموں اور مسلمانوں کی ضرورتوں سے بے پروا ہو چکے ہیں اور بعض دفعہ عیسائیوں کی دوستی حاصل کرنے کے لئے دین اسلام سے اپنا بے پروا ہونا بھی ان پر جتا دیتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرنگیوں کے نزدیک کوئی مسلمان صرف اسی وقت غیر متعصب ثابت ہو سکتا ہے جبکہ وہ بربروں کو عیسائی بنانے میں فرانسیسیوں کی کوششوں کا حال سن کر اپنی آنکھیں بند کر لے یا جب وہ سنے کہ ہالینڈ والوں نے جاوا میں دس لاکھ مسلمانوں کو عیسائی بنا لیا ہے۔ (جیسا کہ ہالینڈ پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے کہا ہے) تو یہ کہہ دے کہ مجھے کوئی پروا نہیں، جاوا کے رہنے والے عیسائی ہوں کہ مسلمان مذہب کی تبدیلی ان کا پرائیویٹ معاملہ ہے اور اس کا تعلق ان کے ضمیر سے ہے۔ اگر کوئی مسلمان ایسا کرتے تو وہ مذہب یافتہ سمجھا جائے گا



اور تمام یورپ میں اس کا ذکر ہوگا، لیکن اسکے خلاف عیسائیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے کروڑوں روپے خرچ کریں بلکہ توپیں ہوائی جہاز اور ٹینکوں تک کو کام میں لائیں اور مسلمانوں کو شہادت دینیہ کی ادائیگی سے روک دیں۔ اسکے علاوہ اسلام کو شکست دینے کے لئے اسلامی ملکوں میں بھی ہر قسم کا پروپیگنڈا کریں۔ یہ لوگ تو ان سب حرکات کے باوجود بھی مہذب، متقدم اور خوشامین رہ جاتے ہیں مگر مسلمان اپنے بھائیوں کو بچا بھی نہیں سکتے۔ اگر وہ ایسا کریں تو تمام یورپ میں ڈھنڈورہ پیٹ دیا جاتا ہے کہ دیکھو یہ کتنے فرقہ پرست اور متعصب ہیں۔

اب ایک اور تماشہ دیکھتے، یورپ کی یہ تمام سینہ زوریاں ظاہر ہیں حکومت فرانس اپنے آپ کو غیر متعصب کہلانے کے باوجود ہر یورپ کو عیسائی بنا رہی ہے اور ہالینڈ کی گورنمنٹ جاوا میں مشنریوں کی حمایت کر رہی ہے بلجیم گورنمنٹ کونگو کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے درپے ہے۔ برطانوی حکومت یوگنڈا، دارالسلام اور سوڈان میں اسلامی تبلیغ کی روک تھام کر رہی ہے۔ یہ اور ایسی ہی ہزاروں مثالوں کے باوجود یہ نام نہاد اور منحرب زدہ مسلمان اب تک ناواقف مسلمانوں کو دھوکا دیتے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ یورپ نے دین کو بالکل

پس پست چھوڑ رکھا ہے اس لئے وہ کامیاب ہو گیا ہے اور مسلمان کبھی ترقی نہیں کر سکتے جب تک کہ اسلام کو خیر باد نہ کہہ دیں۔

ترکی میں اس قسم کا پروپیگنڈا کیا گیا تھا اور بہت سے لوگ ان کے جال میں سوچے سمجھے بغیر پھنس گئے۔ یہ ترکوں کے پیرو جب مصر، شام، عراق اور ایران میں بھی بعض لوگوں سے ملتے ہیں تو ایسی ہی خلاف حقیقت باتیں پلاتا نائل رٹتے رہتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ ان دجالوں کی باتوں کو صحیح تسلیم کرنے والے سادہ لوح مسلمان ہر جگہ مل جاتے ہیں۔

# زوالِ امت کے اہم اسباب

مسلمانوں کے اسبابِ زوال میں یہ چند باتیں بہت اہم ہیں :-

۱۔ جہالت :- سب سے اول جہالت ہے۔ کچھ شک نہیں کہ

جاہل لوگ جو سرکہ اور شراب میں بھی تمیز نہیں کر سکتے، ہر قسم کی بیہودگی

کو ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور خواب دینے کی طاقت نہ رکھنے کے

باعث ہر وقت اغیار کے فریب کا شکار رہتے ہیں۔

۲۔ کم علمی :- دوسری وجہ مسلمانوں کی کم علمی ہے۔ یہ چیسٹر

جہالت سے بھی بدتر ہے کیونکہ اگر سچا عالم بل جائے اور انہیں راہِ راست

پر آمادہ کر سکے تو وہ فی الفور راستی کو قبول کر لیتے ہیں لیکن نیم تعلیم یافتہ

اشخاص اپنی منطق کے سامنے کسی کا قول بھی قبول کرنے کے لئے تیار

نہیں ہوتے۔ مشہور مقولہ ہے ”نیم حکیم خطِ قرآن اور نیم ملاحظہ ایمان“

میری اپنی رائے بھی یہی ہے کہ ایک پورا جاہل، آدھے جاہل سے

بہتر ہے۔

۳۔ اخلاق کا زوال :- تیسری چیز مسلمانوں کے اخلاق کا

گر جانا ہے۔ ہم نے قرآن کریم کی ارشاد فرمائی ہوئی اچھی صفات جن سے ہمارے اسلاف اعلیٰ مرتبوں تک پہنچے، بالکل ترک کر دی ہیں اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ قوم کو بنانے اور بڑھانے کے لئے علوم اور معارف کی نسبت اخلاق عالیہ کی موجودگی کہیں زیادہ ضروری ہی امیر الشعراء شوقی کیا خوب کہتا ہے۔

وانہما الاہم الا اخلاق ما بقیت

فان ہم ذہبت اخلاقہم ذہبوا

رقویں تب زندہ رہ سکتی ہیں جب تک کہ ان میں اخلاق زندہ ہوں

اور اگر ان کے اخلاق چلے جائیں تو وہ خود بھی چلی جاتی ہیں

۴۔ علماء اور سلاطین کا زوال: مسلمانوں کے زوال کے اہم

وجوہات ہیں سے ان کے علماء اور حاکموں کی کمزوری ہے۔ یہ لوگ خیال

کرتے ہیں کہ عام لوگ محض ان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں

اور ان کا حق ہے کہ وہ ان کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں اور یہ حال

ان کے دماغوں میں پہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ اگر کوئی شخص راہِ راست

پر لائے تو وہ اسے مار ڈالنے سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔ زیادہ افسوس

یہ ہے کہ ان ظالم حاکموں کو ایسے منافق مولوی ملے ہوتے ہیں جو ہمیشہ

حق پرستوں کو باغی قرار دیکر قتل کے فتوے دیتے رہتے ہیں حالانکہ

اُن کا فرض یہ تھا کہ وہ حکام کو سیدھا راستہ دکھاتے۔ چنانچہ قدیم حکومتوں میں عالموں اور مولویوں کا کام وہی تھا جو آج کل پارلیمنٹ کا کام ہے۔ وہ قوم اور حاکم پر نگرانی رکھتے تھے اور جب کبھی قوم پر ظلم ہوتا تھا، وہ فوراً اپنی آواز بلند کر کے حاکم وقت کو تنبیہ کر دیتے اور اس طرح مسلمانوں کا کام ہمیشہ درست رہتا تھا۔

اس درستگی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ علماء پرہیزگار تھے، دنیا کے ساز و سامان سے بے پروا تھے، انہیں یہ فکر نہ تھی کہ حاکم ان کی نصیحت سے ناراض ہو جائے گا۔ جب تک مسلمانوں میں ایسی جماعت زندہ رہی کسی خلیفہ یا حاکم کو علی الاعلان ظلم کرنے کی جرات نہ ہوتی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عام امت علماء کے پیچھے ہے اور علماء حق پرست ہیں لیکن افسوس کہ ان اچھے اور سچے عالموں کے بعد ایسے علماء پیدا ہوئے جنہوں نے علم کو روٹی کمانے کا ذریعہ بنا لیا اور دنیا کو شکار کرنے کے درپے ہو گئے، ایسے علماء نے فاسق اور بدکار حاکموں کی ناجائز باتوں کو بھی جائز کر دیا اور ان کی رضا جوئی کے لئے دین کے احکام کو دین کے نام سے توڑ ڈالا اب رہے عوام الناس تو وہ ان منافق مولویوں کی بڑی پکڑیوں اور لمبے لمبے عصاؤں کو دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان مولویوں کے فتوے صحیح ہیں، ان کی رائے درست

ہے اور شریعت کے موافق ہے پس اس گمراہی اور غلطی سے اسلام کی خرابی  
 بڑھ رہی ہے۔ اُمت کے فائدے صنائع ہو رہے ہیں، مسلمان روز بروز  
 مرتے جاتے ہیں، ان کے دشمن ترقی کرتے جاتے ہیں اور ان سب باتوں  
 کا گناہ مولویوں پر ہے۔

## ۵۔ دردناک بزدلی اور مایوسی

مسلمانوں کے تنزل کا ایک اور بڑا سبب ان کی بزدلی ہے، ہمارے  
 اسلاف تمام اقوام عالم میں شجاعت و شہامت کے لئے مشہور تھے،  
 وہ موت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب  
 ایک مسلمان تین تینہا دس آدمیوں کا اور بعض دفعہ سٹو کا مقابلہ کرتا تھا  
 مگر آج یہ حالت ہے کہ وہ موت کے نام سے بھی ڈرنے لگتے ہیں اور اس  
 حقیقت سے بے خبر ہیں کہ خوف ہی ایک ایسا امر ہے جو اسلام کے  
 ساتھ کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتا۔

زیادہ تعجب یہ ہے کہ مسلمانوں پر زیادتی کرنے والے دشمنوں  
 کو موت کا اس قدر خوف نہیں ہے جس قدر دشمنوں کے مٹانے میں  
 مسلمانوں کو موت کا خوف ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ  
 ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کے دشمن اپنی قوم اور  
 وطن کے لئے کس کس طرح موت سے کھیل رہے ہیں اسکے نتیجے میں کیا

کیا کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں، لیکن ہم پھر بھی شرم نہیں کرتے، نہ دشمن سے سبق لیتے ہیں اور نہ خدا کے اس قول سے عبرت حاصل کرتے ہیں

اور (دیکھو) دشمنوں کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو۔ اگر تمہیں جنگ میں تکلیف پہنچتی ہے، تو جس طرح تم تکلیف میں ہوتے ہو وہ بھی (تمہارے ہاتھوں) تکلیف میں ہوتے ہیں اور تمہیں ان پر یہ فوجیت ہے کہ) اللہ سے (کامیابی اور اجر کی) ایسی ایسی امیدیں رکھتے ہو، جو انہیں عیسر نہیں کیونکہ تم اللہ کی راہ میں حق و انصاف کیلئے لڑ رہے ہو، وہ اپنی نفسانی خواہشوں کیلئے ظلم و فساد کی راہ میں لڑ رہے ہیں

وَلَا تَهِنُوا  
فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ  
إِنْ تَكُونُوا تَأْمِنُونَ  
فَأَهُمُوا يَا مَعْزُومِي  
تَأْمِنُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ  
اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ

بزدلی کے ساتھ ساتھ سب سے بڑا مرض یہ ہے کہ عام مسلمانوں میں باپوسی بھی پھیل رہی ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہو گیا ہے کہ وہ فرنگیوں سے ہمت گرتے ہوتے ہیں، وہ ان سے لڑ کر عہدہ برآ نہیں ہو سکتے اور نہ ان کے ساتھ جنگ کر کے انہیں فائدہ حاصل ہو سکتا ہے، یہ عقیدہ یہاں تک ترقی کر گیا ہے کہ فرنگیوں کو مسلمانوں کی محض بزدلی کے باعث کسی کسی جگہ از خود فتوحات حاصل ہو جاتی ہیں۔ پُرانے زمانے کی روایات بدل گئی ہیں اور کئی جگہ تو ان کے چند آدمی بے شمار مسلمانوں کا مقابلہ کر کے ہٹا دیتے ہیں۔

بیوی الحبناء ان الحبن حزم • وتلك خديعة الطبع اللئيم

(ڈرپوک لوگ بزدلی کو عقلمندی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ کمینہ لوگوں کا

ہتھیار ہے)

افسوس ہے کہ ہم وہ زمانہ بھول گئے ہیں جبکہ محض سببیں مسلمان  
بارسکوناسے فرانس کے جنوب میں فرانکیسمہ کو آئے اور پہاڑ پر قبضہ کر کے  
اور ایک قلعہ بنا کر رہنے لگے اور پھر آہستہ آہستہ ان کی تعداد بڑھتی چلی  
گئی۔ یہاں تک کہ وہ ایک سو ہو گئے۔ تب انہوں نے ایک باقاعدہ  
حکومت قائم کی اور فرانس کے جنوبی حصہ کے علاوہ اٹلی کے شمالی حصہ  
پر بھی قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کی تعداد صرف ایک سو تھی مگر اس حال میں بھی  
گر دونواح کے بادشاہان کی دوستی کے طالبگار تھے۔ کوہ الپ کی چوٹی  
اور فرانس اور اٹلی کے وسطی پہاڑوں کی شاہراہیں ان کے قبضہ میں  
تھیں اور ان راستوں سے جس قدر بھی قافلے گذرتے تھے، وہ ان سب  
سے ٹیکس وصول کرتے تھے۔

اس چھوٹی سی جماعت نے یہاں تک ترقی کی کہ وہ یورپ اور  
سوئٹزرلینڈ کے وسط میں بحیرہ کوئستانزہ تک پہنچ گئی اور پورے  
پچانوے سال تک ان علاقوں پر حکمران رہی۔ آخر کار تمام اہل فرنگ  
متحدہ قوت سے ان کے مٹانے پر کمر بستہ ہو گئے، یہاں تک کہ مسلسل  
لڑائیوں کے بعد مٹا دیئے گئے۔ اس وقت ان مسلمان عربوں کی تعداد



## جدید آلات نہ ہونے کا بہانہ

بعض بیوقوف لوگ کہیں گے کہ ہاں جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ ضرور درست اور بجا ہے لیکن یہ باتیں تبت تھیں جبکہ فنرنگیوں کے پاس لڑائی کے جدید آلات، توپیں، ٹینک اور ہوائی جہاز وغیرہ موجود نہ تھے۔ علوم جدیدہ کی ترقی نے ان حالات کو بالکل بدل دیا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ باتیں محض بُزدلی اور حماقت کی ہیں کیونکہ اُس زمانے میں بھی مسلمانوں کے دشمن کچھ کم ساز و سامان کے مالک نہ تھے۔ تاریخ کی ورق گردانی کیجئے، آپ کو معلوم ہو گا کہ پُراے زمانے میں بھی لڑنے کے لئے خاص خاص ہتھیار موجود تھے اور وہ اُس زمانے کے لئے آج کل کی توپوں اور شینوں ہی کا کام دیتے تھے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ ظاہری ہتھیار اور سامان دلوں میں ہمت پیدا نہیں کرتے بلکہ انسان کی ہمت ان سامانوں کو پیدا کرتی ہے۔ یہ ہتھیار اور سامان محض بے فائدہ ہو سکتے ہیں بلکہ پتھروں سے بھی زیادہ بے کار ہو جاتے ہیں، اگر یہ کسی کم ہمت اور بُزدل شخص کے ہاتھ میں ہوں۔ اصل چیز ہتھیار نہیں بلکہ انسان کی ہمت اور حوصلہ ہی۔

## جدید علوم سے محرومی کا بہانہ

اس کے جواب میں کہا جاتے گا کہ اگرچہ یہ باتیں سچ ہیں تاہم عملی کامیابی کے لئے آج کل کے علوم از بس ضروری ہیں اور چونکہ یہ علوم مسلمانوں میں موجود نہیں ہیں اس لئے وہ فرنگیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ گذارش ہے کہ جب مسلمانوں میں ہمت اور عقل ہوگی تو وہ نئے علوم اور موجودہ اختراعات کے بھی مالک ہوں گے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جاپانی لوگ ۱۸۵۶ء تک تمام ممالک مشرقیہ کی طرح پسماندہ تھے۔ لیکن جب انہوں نے اہل یورپ کے نقش قدم پر چلنا چاہا اور ان کے علوم اور صنعتوں کو سیکھا تو وہ پچاس ہی سال کے اندر ان کے برابر ہو گئے۔ پس اگر امت مسلمہ کھڑا ہونا چاہتی ہے اور طاقتور قوموں کے دوش بدوش چلنا چاہتی ہے تو اسکے لئے بھی یہی راستہ کھلا ہے۔ وہ مسلمان ہونے ہوتے بھی اختیار کا مقابلہ کر سکتی ہے جیسا کہ جاپانیوں نے کیا ہے اور اپنے مذہب اور رسوم پر قائم رہتے ہوئے کیا ہے۔

## ہزولی چھوڑو، ہتھیار موجود ہیں

سوال یہ ہے کہ مسلمانوں نے کس وقت جدید قسم کے ہتھیاروں کو

حاصل کرنا چاہا اور یہ سامان انہیں نہ ملا؟ واقعہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں اگر کوئی کمی ہے تو وہ عزم و استقلال کی کمی ہے۔ جب بھی ان میں عزم و استقلال پیدا ہوگا انہیں سب کچھ مل جائے گا۔

کیا یہ واقعہ نہیں کہ اگر آج کوئی مسلمان ہتھیار حاصل کرنا چاہے تو دوسرے ہی دن اسے ہر قسم کے ہتھیار مل جاتے ہیں۔ ہاں ہتھیار لینے کے لئے پیسہ دینا ہوتا ہے اور اس معاملہ میں ہم بہت کمزور ہیں، ہم نہ تو خرچ کرنے کو تیار ہوتے ہیں اور نہ فرنگیوں اور جاپانیوں کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ ہم فتح و کامیابی کو بغیر ہتھیاروں کے اور ہتھیاروں کو بغیر پیسہ کے حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہ حماقت ہے ہماری انہی کوتاہیوں کے باعث جب دشمن ہم پر غالب آجاتا ہے تو ہم چیخے لگتے ہیں اور پکار پکار کر کہتے ہیں کہ خدا کا یہ وعدہ کہاں ہے **وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُوْمِنِيْنَ** (خدا پر حق ہے، مومنوں کی مدد کرنا؟)

اس پکار کا مطلب تو یہ ہوا کہ گویا خدا نے مومنوں کو مفت میں کامیابی دینے کا وعدہ کیا ہے، خواہ وہ کام کریں یا نہ کریں۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ کامیابی کے لئے مسلمان کہلانا یا درود پڑھنا یا جانقا ہوں پر بیٹھ کر دعائیں کرنا کافی ہے اور یہ کر دینے کے بعد خدا کا

فرض ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

مسلمانو! یا یوس نہ ہو

اس کاہلی، بے پروائی اور گمراہی کا نتیجہ دیکھتے کہ بے شمار ہتھیار  
مسلمان، محدودے چند ہتھیاروں والے فرنگیوں کے سامنے کھڑے ہونے  
کی طاقت بھی نہیں رکھتے اور جب کہیں فریقین آمنے سامنے کھڑے ہوتے  
ہیں تو مسلمان بھاگ جاتے ہیں اور یہ چکر اسی طرح چل رہا ہے کہ  
مسلمانوں کو اپنے آپ پر کوئی اعتماد باقی نہیں رہا اور وہ نایوسی کے  
عالم میں فرنگیوں کے نام ہی سے خوف زدہ ہونے لگے ہیں اور بعض  
جگہ تو خود ہی اپنے آپ کو دشمنوں کے حوالے کر دیتے ہیں اور مسلمان  
ہونے کے باوجود مستسلم اپنے آپ کو سپرد کرنے والا بن کر خدا کا  
فرمان بھول گئے ہیں۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا

اَنْتُمْ اَلَا عٰقِبُوْنَ اِنْ

كُنْتُمْ مِّنْ مِّنِيْنَ ۝ اِنْ

لَيْسَ سَكْرَتُكُمْ فَحَقًّا

مَنْ الْقَوْمِ فَكُفِّرْ بَعْدَهُ

اور دیکھو، نہ تو ہمت ہارو، نہ غمگین ہوا تم ہی سب کے سر ہل

ہو، بشرطیکہ تم سچے مومن ہو! اگر تمہیں نقصان پہنچے

تو دشمنوں کو بھی تو ویسے ہی نقصان پہنچے ہیں۔ دراصل

جیت کے، اوقات ہیں جنہیں ہم انسانوں میں ادھر ادھر

رہتے ہیں رکھی ایک گروہ کے حق میں میدان جنگ کا

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا  
بَيْنَ النَّاسِ ج

ہوتا ہے، کبھی دوسرے کے حق میں پس یہ کوئی ایسی بات  
نہیں جس کی وجہ سے تم ہمت ہار بیٹھو

مسلمان یہ حقیقت سن اموش کر چکے ہیں کہ مومن کے قلب میں  
ناامیدی کا آنا کفر کے برابر ہے۔ چنانچہ فرمانِ خداوندی کے مطابق  
ان کے اسلاف کی عملی حالت یہی تھی:-

الَّذِينَ قَالُوا لَكُمْ  
النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ  
قَدْ جَعَلُوا لَكُمْ فُتُورًا  
فَرَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا  
حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ  
الْوَكِيلُ

یہ وہ لوگ ہیں جن سے بعض آدمی کہتے تھے "تم سے جنگ کرنے کے  
لئے دشمنوں نے بہت بڑا گروہ اکٹھا کر لیا ہے۔ پس چاہتے کہ ان سے  
ڈرتے رہو" اور مقابلے کیلئے باہر نہ نکلو، لیکن (بجائے اسکے کہ یہ بات  
سکر وہ ڈر جائے) انکا ایمان اور زیادہ مضبوط ہو گیا وہ (بے خوف  
خطر ہو کر) بول اٹھے "ہمارے لئے اللہ کا سہارا بس کرتا ہو اور جس  
کا رساز اللہ ہو تو کیا ہی اچھا اس کا کارساز ہے!"

## دولت اور زندگی صرف کرو

لیکن موجودہ حالت کیا ہے؟ موجودہ حالت یہ ہے کہ اگر کسی ملک  
کے مسلمانوں سے ان مجاہدوں کے لئے جو کسی اجنبی سے لڑ رہے ہوں،  
چندہ مانگا جاتا ہے تو بعض لوگوں کا جواب یہ ہوتا ہے چندہ دینے  
سے کیا فائدہ، جب کہ دشمن بہر حال مسلمانوں پر غالب ہو گا؟

حالانکہ وہ ذرا بھی غور کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ ان کا یہ عقیدہ  
 انہیں کمزور اور دشمن کی طاقت کو زیادہ مضبوط کر رہا ہے۔ اس کے  
 علاوہ اپنے مجاہدین کی مالی امداد نہ کرنے ہیں انہیں کوئی مالی فائدہ  
 بھی حاصل نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اگر مسلمان مجاہدین مغلوب ہو گئے  
 تو تمام مغلوب مسلمانوں کی دولت اختیار کے قبضے میں چلی جاتے گی  
 وہ اپنی تجارت اور اقتصادیات میں آزاد نہ رہیں گے، بلکہ ان کے  
 پاس جو کچھ بھی ہوگا وہ دشمنوں کا مال ہوگا اور مسلمانوں کے پاس  
 سوائے چند بوسیدہ ہڈیوں کے اور کچھ باقی نہ رہے گا بلکہ بعض حالتوں  
 میں وہ اس درجہ مفلس و قلاش ہو جائیں گے کہ ایک ایک لقمے کے لئے  
 در بدر پھر میں گے اور بھوکے رہ کر سڑکوں پر جائیں دیں گے، جیسا کہ  
 افریقہ اور ہندوستان میں اکثر ہوتا ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ ان  
 ممالک میں جب کبھی قحط پڑتا ہے تو افریقی اور ہندوستانی ہزاروں  
 کی تعداد میں مر جاتے ہیں لیکن کوئی انگریز نہیں مرنے، اس لئے کہ  
 اجنبیوں نے ان ملکوں کی دولت پر اس طرح قبضہ کر لیا ہے کہ  
 اصلی باشندوں کے لئے غریبی اور محتاجی کے سوائے اور کوئی چیز  
 باقی نہیں چھوڑی، ان حالات میں اگر آج کل کے مسلمان اپنے مجاہد  
 بھائیوں کی امداد کرنے سے قاصر ہو چکے ہیں تو اس کا اصل سبب بھی

بھی ہے کہ انہوں نے شروع شروع میں اپنے مجاہدین کو مالی امداد دینے میں کنجوسی سے کام لیا اور اس کی پاداش میں اب وہ ذلیل و خوار ہونے کے علاوہ مفلس و قلاش بھی ہیں اور بھوکے بھی مر رہے ہیں۔ خدا کا قانون یاد رکھو کہ ہمیشہ غلامی کے ساتھ مفلسی ہوتی ہے اور آزادی کے ساتھ دولت مندی۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے یہ

لا تذخروا المال لئلا عداء انہم ان یظہروا یاخذوکم والتلذذوا  
 ہیما لا خیر فی مال و فی نعر قد احتفظتم بہا ان انکم جہاداً  
 رتم دولت کو دشمنوں کے لئے مت جمع کرو، کیونکہ اگر وہ غالب آگئے

تو وہ تم سے تمہاری زندگی اور تمہاری دولت دونوں چینیں چھین لیں گے اور یہ بھی یاد رکھو کہ اس دولت اور صحت سے جسے تم نے جمع کر رکھا ہے، تم کو کوئی فائدہ نہیں ہے اگر تمہاری ناک کٹ گئی، متنبی کہتا ہے۔

فلا نجد فی الدنیا لمن قل مالہ ولا مال فی الدنیا لمن قل عبادہ  
 روئیا میں نہ مال کے بغیر بزرگی ملتی ہے اور نہ بزرگی کے بغیر  
 مال ملتا ہے،

دولت کی محبت اور موت کا خوف

افسوس کی بات ہے کہ مسلمان اپنی دولت اور زندگی کی بے جا

حفاظت کر رہے ہیں اور اس لئے انہوں نے دولتوں کو ضائع کر دیا ہے اور اب ان کی حالت اس حدیث کے مطابق ہے جس میں حضور نے فرمایا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب کہ دنیا کی توہین مسلمانوں پر اس طرح ٹوٹ پڑے گی، جس طرح بھوکے آدمی کھانے کی رکابی پر ٹوٹ پڑتے ہیں صحابہ نے پوچھا کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ حضور نے فرمایا نہیں بلکہ تم بہت ہو گے مگر تمہاری حالت ایسی حالت ہوگی جیسے کہ سیلاب کے اوپر گھاس بھوس ہوتا ہے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ ایسا کیوں ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ تم میں دھن پیدا ہو جائے گا۔ سوال کیا گیا کہ یا حضرت دھن سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا دولت کی محبت اور موت کا خوف۔ بس یہی دونوں چیزیں مسلمانوں کے زوال اور بربادی کا موجب ہیں۔ وہ موت سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ دشمن کا مقابلہ ہی نہیں کرتے اور دولت سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ شہید ہونے والوں کو بھی امداد نہیں دیتے۔ آج مسلمانوں کی تعداد کم نہیں ہے، لیکن اس عددی اکثریت سے کیا حاصل، جب تک کہ کوئی جوہری موجود نہ ہو؟ بہر حال حدیث نبوی کے مطابق مسلمانوں کی لپستی اور زوال کا اصل موجب یہی دو چیزیں ہیں دولت کی محبت اور موت کا خوف اور ثابت شدہ



بات یہ ہے کہ جو شخص دنیا کے ساتھ بکثرت محبت کرتا ہے، وہ اس کے منافعوں اور لذتوں سے ضرور محروم رہ جاتا ہے اور جو زندگی کی حد سے زیادہ حفاظت کرتا ہے، وہ اپنے آپ کو کبھی مصیبتوں سے نہیں بچا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ زندگی، دولت اور دنیا کی تمام پسندیدہ چیزوں کو حکم خدا کے مقابلہ میں ناچینا سمجھیں، کبھی ناامید نہ ہوں اور ہمیشہ صبر و ثبات سے کام لیں، آیت کے الفاظ دیکھتے :-

اور دیکھو، کتنے ہی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے باذرا لوگوں	وَكَانَ يَتَّبِعُهُ النَّاسُ أَكْثَرًا مِنْ نَبِيِّينَ
نے (راہ حق میں) جنگ کی، لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان سختیوں کی	وَقَالُوا لَمَعَدِ رَبِّيْونَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاَللّٰهُ يَحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ
وجہ سے جو انہیں خدا کی راہ میں پیش آئی ہوں، بے ہمت ہو گئے ہوں	
اور نہ ایسا ہوا کہ کمزور پڑ گئے ہوں یا ان کی عزت نفس نے یہ بات گوارا کر لی ہو کہ ظالموں	
کے سامنے بڑے چارگی کا اظہار کریں لے بہتی، کمزوری اور حریف کے سامنے	
اعتزاز غمز، وہ باتیں ہیں جن سے باضا آدمی کا دل کبھی آستنا نہیں	
ہو سکتا، اور اللہ اپنی لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو مشکلوں مصیبتوں	
میں ثابت قدم رہتے ہیں	

خدا تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے ہی مسلمان دیکھنا چاہتا ہے لیکن اگر وہ ایسے نہیں ہیں تو ان کا کیا حق ہے کہ وہ خدا سے قرآن حکیم کے وعدوں کے ایفا کا مطالبہ کریں؟

# الحاد پروری اور قدامت پسندی

”اپنے قومی شعار پر قائم رہنا ہی اصل حیات ہے“

اسلام کے تنزل کے وجوہات میں سے دو چیزیں اور ہیں، ایک تعصب اور تنگ خیالی اور دوسرے مادہ پرستی اور الحاد۔ میری رائے ہے کہ جس طرح ملحد لوگ جو پرانے رسوم و عقائد کی بیخ کنی کرنا چاہتے ہیں، اسلام کو نقصان پہنچاتے ہیں، اسی طرح متعصب اور تنگ خیالی لوگ بھی جو پرانی لکیر کو پیٹنا چاہتے ہیں اور کسی بھی مفید اصلاح کے قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہر جدید بات کا اختیار کرنا خواہ وہ کسی قدر بھی مفید ہو، موجب کفر ہے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ انہی متعصب اور ملحد لوگوں نے اسلام کو ضائع کر دیا ہے۔ مادہ پرست اور الحاد پرور مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ مسلمانوں اور مشرقیوں کو تنگیوں کے ساتھ اس طرح بلا دینا چاہتے ہیں کہ اس بلا کے بعد مسلمانوں کا اپنا کوئی قومی امتیاز باقی

رہ جاتے اور وہ فنرنگی تمدن میں جزو کیماوی کی طرح تحلیل ہو کر رہ جاتیں اور فنرنگیت کے سوا ان کا کوئی نام و نشان تک نظر نہ آسکے۔ یہ کوشش ان کی طرف سے عمل میں آ رہی ہے جو یورپین تہذیب سے شکست کھا کر معترف ہیں کہ ان کے بزرگ اور وہ خود لپت، ذلیل اور کمینے ہیں اور دولت سے نکلنے کے لئے اپنے حسب و نسب، تہذیب اور رسوم سے صاف طور پر انکار کر دیتے ہیں، حالانکہ قانون فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قوم اپنے خاص رسوم، لباس، آداب، عقائد، کھانے پینے اور رہنے سہنے کے طریقے پر قائم رہے اور اپنے ماحول کے مطابق قدرتی زندگی بسر کرے۔

## اقوام یورپ کی زندگی اور آزادی کا راز

اگر ہم عیسائیتوں کی حالت دیکھیں جو دنیا کے لئے اعلیٰ نمونہ سمجھے جاتے ہیں تو معلوم ہو گا کہ ہر انگریز، انگریز رہنے پر متصر ہے، ہر فرانسیسی، فرانسیسی رہنا چاہتا ہے، ہر جرمن، جرمن بنے رہنے پر قانع ہے اور یہی حال اٹلی اور روس وغیرہ کا ہے۔ اگر ہم آئرلینڈ والوں کو دیکھیں جو انگلینڈ کے ہم سایہ ہیں ایک چھوٹی سی قوم ہے اور جس کی زبان اور قومی عادات و رسوم انگریزوں سے جداگانہ ہیں۔ انگریز سات سو سال تک اس قوم کو

اپنے ساتھ ملائے کی کوشش کرتے رہے مگر اس قوم نے اپنی قومی خصوصیت نہ چھوڑیں اور اب اسی بنا پر یہ چھوٹی سی آئرش قوم، انگریزوں جیسی قوم کا مقابلہ کر کے آزاد ہو گئی ہے۔ اسی طرح فرانس کے شمال میں برتیونی قوم نے فرانسیسیوں کے ساتھ ملنے سے انکار کر دیا ہے اور وہ اپنی خود مختاری کی حفاظت کر رہی ہے۔ اسی طرح فرانس کے جنوب میں باشکنس نامی ایک قوم پائی جاتی ہے جو زمانہ قدیم سے لے کر اب تک کسی قوم میں شامل ہونے کے لئے تیار نہیں ہوئی۔ اگرچہ اس کی تعداد دس لاکھ ہے اور وہ قوطیوں، عربوں، ہسپانیوں اور فرانسیسیوں کی ماتحتی کے باوجود کسی قوم میں جذب نہیں ہوئی۔ یہ لوگ آج تک اپنی خاص بولتے ہیں اور اپنے خاص رسوم و عادات پر قائم ہیں بلجیم میں ایک چھوٹی سی قوم فلمنک کے نام سے موسوم ہے جس کی زبان فرانسیسی نہیں ہے، حالانکہ بلجیم کی زبان فرانسیسی ہی اس قوم نے فریج کو اپنے سکولوں میں قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بلجیم گورنمنٹ کو فلمنک زبان کو سرکاری طور پر قبول کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔

- سوئٹزرلینڈ میں تین قومیں فرانسیسی، جرمن اور اٹالین آباد ہیں۔ جرمنوں کی مردم شماری اٹھائیس لاکھ ہے، فرانسیسیوں

کی آٹھ لاکھ اور اطالویوں کی دو لاکھ سے کچھ زیادہ۔ باوجودیکہ یہ تینوں قومیں ایک ہی گورنمنٹ کی رعایا ہیں اور ان سب کی مصالحت ایک ہی ہے تاہم ان میں سے ہر ایک اپنی زبان پر قائم ہے اور اپنی قومی خصوصیات کی حفاظت کر رہی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ڈنمارک سیکنڈے نیویا اور ہالینڈ، جرمنی درخت کی شاخیں ہیں لیکن وہ ایک دفعہ اپنی قومیت سے جدا ہو کر اب جرمنی میں مل جانے کو قبول نہیں کرتے۔

چیکوسلوکیا ولے کئی صدیوں تک جرمنوں کے ماتحت رہے لیکن چیک ہی رہے، جرمن نہ ہوتے۔ چنانچہ یہ لوگ پورے پانچ سال سے اپنی قومیت اور زبان کی حفاظت کرنے کے بعد اب جنگ عظیم کے نتیجہ میں خود مختار ہو چکے ہیں۔

جرمنوں نے مجریوں کو تعلیم دی ہے، ترقی دی ہے، لیکن انہیں اپنے آپ میں شامل نہ کر سکے۔

روسی لوگ دو سو سال تک کوشش کرتے رہے کہ پولینڈ والوں کو اپنے آپ میں شامل کر لیں اور ان کی زبان کو مٹادیں، باوجودیکہ ان دونوں قوموں کی اصل ایک ہے، لیکن روسیوں کی تمام کوششیں بے کار ثابت ہوئیں۔ اب جنگ عظیم ۱۹۱۴ء کے بعد پولینڈ نے

اپنی سیاسی خود مختاری بھی حاصل کر لی ہے اس لئے کہ قومیت کے لحاظ سے اس نے روسیوں کی غلامی کو قبول نہ کیا تھا۔

اگر ایک طرف پولینڈ والوں کو جن کی مردم شماری تین کروڑ ہے خود مختاری حاصل ہو جاتی ہے تو دوسری طرف استونیوں کو بھی جن کی مردم شماری بیس لاکھ ہے، آزادی نصیب ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے ہمیشہ اپنے قومی امتیازات کو زندہ اور قائم رکھا۔ اب یہ لوگ روس سے الگ ہو کر خود مختار ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنی زبان کو زندہ کیا ہے اور اس کے لئے حروف ابجد بھی ایجاد کئے ہیں۔ یہی حال فنلینڈ والوں کا ہے۔

روس نے اپنی کوششیں لتوانیوں کو جذب کرنے میں صرف کر دیں مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ چونکہ ان کے قومی امتیازات زندہ تھے اس واسطے اب جنگ عظیم کے بعد یہ قوم آزاد اور خود مختار ہو گئی اور روس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق باقی نہ رہا۔ حالانکہ اس قوم کی مردم شماری صرف بیس لاکھ ہے، تاہم یہ لوگ بھی روس کے بچے سے آزاد ہو کر اپنی مستقل قومی جمہوریت کے تابع ہیں۔ ان مثالوں سے صاف ثابت ہو گیا کہ قومی آزادی صرف انہی قوموں کو حاصل ہوتی اور حاصل ہوتی رہے گی جو اپنی تمام قومی خصوصیات (لباس، زبان،

طعام، عقائد، رسوم) پر بہر حال قائم رہیں۔ یورپین اقوام کی آزادی کا یہی راز ہے۔ روس سے زیادہ زبردست حکومت اور کونسی ہوگی؟ مگر وہ بھی کئی چھوٹی چھوٹی قوموں کو اپنے آپ میں شامل کرنے میں ناکام رہی۔ اسی طرح جرمن بھی ناکام رہے اور اس ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ یورپ میں کوئی بھی زندہ قوم ایسی نہیں ہے (خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو) جو اپنی اپنی جداگانہ قومیت کو چھوڑنے پر راضی ہو جائے جن قوموں نے اپنی قومیت کی حفاظت کی، آخر کار ان کی یہی محفوظ قومیت ان کی آزادی کا سنگ بنیاد بن جاتی ہے، اس کی تازہ ترین مثال کرواتی ہیں جو دو بڑی قوموں کے درمیان رہتے ہیں اور اپنی قومیت کی حفاظت کر رہے ہیں، اسی طرح ترکوں نے کئی صدیوں تک سرکاری حکومت کی ہے مگر ان کی قومیت اور جداگانہ ہستی پر غالب نہیں آسکے۔ البانی لوگ عرصہ دراز سے یونانیوں اور سلاویوں کے درمیان رہتے ہیں مگر وہ ابھی تک پورے کے پورے البانی ہیں۔ اسی طرح بلغاری لوگ روم، سلاویکیا اور لاطین کی تین قوموں کے درمیان رہتے ہیں، ترکوں کے ماتحت بھی رہے اور ان کی زبان بھی سیکھی لیکن انہوں نے اپنی قومی تہذیب اور قومی خصائص کو نہیں مٹنے دیا اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ یہ سب قومیں یکے بعد دیگرے آزاد ہو چکی ہیں۔

میں نے اس وقت جس قدر بھی مثالیں دی ہیں وہ یورپ کے اندر سے تلاش کر کے دی ہیں۔ میں نے یورپ کے باہر اس لئے نکلنا نہیں چاہا تاکہ ہمارے روشن خیال، مغرب زدہ اور الحاد پسند لوگ یہ نہ کہیں کہ ہم گرمی ہوئی قوموں کی مثال کی پیروی کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن اب وہ یہ اعتراض نہیں کر سکتے، کیونکہ یورپ کی مثالیں ان لوگوں کی مثالیں ہیں جو تعلیم یافتہ ہیں، متمدن ہیں، خوبصورت شہروں میں آباد ہیں اور یونیورسٹیوں، لائبریریوں، تعلیمی سوسائٹیوں فوجوں اور جنگوں کے مالک ہیں۔

## اہلِ جاپان کی مثال

اب یورپ سے نکل کر جاپان کا رخ کرتا ہوں، کیونکہ جاپانیوں کی ترقی، فننگیوں کی ترقی سے کسی طرح کم نہیں ہے اور اس ترقی کے باوجود انہوں نے فرنگیوں ہی کی طسیرج اپنی قومیت، زبان، رسم و رواج، دین اور عادات کی بھی پوری پوری حفاظت کی ہے۔ جاپان کی صورت حال کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل مقالہ ملاحظہ فرمائیے جو ایک یورپین نامہ نگار نے جاپان سے بھیجا ہے اور جینوا کے اخبار رجزل دو جینو کی ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں شائع



ہوا ہے، نامہ نگار لکھتا ہے۔

"جاپانیوں کو فنونِ جمیلہ کی طرف بہت رجحان ہے اور اگر آپ جاپانیوں کو دولت کمانے میں مصروف دیکھتے ہیں تو وہ اس دولت کو محض اپنی آن خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کھاتے ہیں جن کا تعلق حسن و جمال کی قدردانی سے وابستہ ہے، فنونِ جمیلہ کی محبت کے علاوہ اہل جاپان کے دل میں قومی محبت کا نہایت ہی گہرا نقش موجود ہے۔ انہیں ناز ہے کہ انہوں نے صرف چند ہی سال کے اندر اندر کئی پرگتہ حکومتوں کے بجائے ایک نہایت منظم حکومت قائم کر دی ہے۔ جاپان کے اس سیاسی انقلاب میں مذہب کا برابر اثر موجود ہے۔"

قارئین کرام آخری الفاظ پر غور فرمائیں کہ "جاپان کے سیاسی انقلاب میں مذہب کا اثر موجود ہے" حالانکہ اہل جاپان کا مذہب حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے، بجز اس کے کہ باپ دادوں کے چھوٹے ہوئے رسوم اور عادات کی پیروی کی جائے۔ اس کے باوجود آجکل کے جاپانی جوئی تہذیب کے تمام ساز و سامان سے آراستہ ہیں، نہ تو اپنے ماضی کو بھولتے ہیں اور نہ اپنی قومیت کو ترک کر کے اہل مغرب کی آواز کو سنتے ہیں۔ وہ مغربیوں سے صرف وہی چیزیں لیتے ہیں جن کی امداد سے وہ اہل مغرب سے جنگ کرنے میں پوری طرح کامیاب ہو سکیں اور

اس میں کچھ شک نہیں کہ مشرق کی تاریخ میں یہ واحد مثال ہے۔

اس کے بعد نامہ نگار لکھتا ہے:-

”پرانے زمانے میں جاپانیوں کو دور و دراز ملکوں میں سیڑسیاحت

کرنے سے سخت نفرت تھی اور وہ اپنے ملک میں اجنبیوں کو داخل نہیں ہونے

دیتے، لیکن اس نئی ترقی کے بعد یہ سب باتیں زائل ہو گئی ہیں۔ انہوں نے

حیرت انگیز طریقہ سے گزشتہ زمانہ کی کوتاہی کی تلافی کر دی ہے اور

ان کی اس جدوجہد کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کے باوجود جاپانی

لوگ گزشتہ زمانہ کو اب تک عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس پرناز

کرتے ہیں اور وہ معشری تہذیب کی محض انہی باتوں کو لیتے ہیں جن

کے بغیر گزارہ نہ ہو سکے، لیکن جن چیزوں کے بغیر گذر ہو سکے، وہ کبھی

ان کا خیال تک بھی نہیں کرتے۔ ہر جاپانی اس خیال میں ہمیشہ خوشن

رہتا ہے کہ وہ اپنی رسوم و تہذیب میں دوسروں سے بالاتر ہے۔“

”اب تک جاپانیوں کے ہاں شہتو اور زن کے بت خانہ کے

ساتھ برصوں کے بت بھی موجود ہیں اور وہ سب کے سب بڑی عزت

کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور آج بھی پرانے زمانے ہی کی طرح ان

کی خدمت کی جاتی ہے اور ان پر اسی طرح ایمان اور عقیدہ رکھا

جاتا ہے جس طرح صدیوں پہلے رکھا جاتا تھا۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر

جاپانیوں کو بالشوزم اور دیگر نقصان رساں خیالات سے کسی چیز نے محفوظ رکھا تو وہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنے رسم و رواج اور معبودوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔“

چند سال ہوئے کہ لاما زلیرنے فرانسیسی زبان میں جاپان کے متعلق ایک ایسی کتاب لکھی ہے جس کی تعریف میں یہاں کے تمام بڑے بڑے اخبارات رطب اللسان ہیں، اس عالمانہ کتاب کے چند جملے ملاحظہ ہوں:-

”جب جاپانیوں نے ترقی کرنی چاہی تو انہوں نے یورپ امریکہ سے وہ باتیں لیں جو ان کے اقتصادی، مالی، سیاسی، تہذیبی اور فوجی و عیب و شعبوں کے لئے لازم تھیں۔ اصلاح کرنے والوں کا طریقہ کا یہ تھا کہ وہ کچھ اصلاح کرتے، کچھ اقتباس کرتے اور کچھ ترک کر دیتے۔ ان کی یہ اصلاح تمام شعبوں میں ظاہر ہو گئی۔“

مصنف مذکور جاپانیوں اور چینیوں کی لڑائی کے متعلق لکھتے ہیں:-

”جاپانیوں کے چین پر غالب آجانے سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ جاپانیوں نے جو کچھ مغربی علوم و فنون سے لیا، وہ بہت اعلیٰ تھا بلکہ اس کے ساتھ یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایک مشرقی قوم نے اپنے عزم و ہمت کے ساتھ جو باتیں تہذیب مغرب سے اخذ کیں،

اگرچہ وہ ان کی ترقی کے لئے تریاق کا حکم رکھتی تھیں تاہم ان باتوں کی وجہ سے اُس نے اپنی آزادی، قومیت، رسم و رواج اور تہذیب وغیرہ کو کچھ بھی ضائع نہ کیا۔

میں نے شاہِ جاپان کی تاجپوشی پر ایک مضمون لکھا تھا اور اس میں مختصراً بتایا تھا کہ اہلِ جاپان کیونکر ایک مہینے تک خوشیاں مناتے رہے اور یہ کہ ان کے جلوس سب کے سب مذہبی تھے اور یہ کہ وہ میکاڈو کو سب سے بڑا مذہبی پیشوا سمجھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ دیوتاؤں کا بیٹا ہے۔ وہ دو ہزار سال کے مقدس غسل خانے میں نہاتے ہیں اور یہ کہ انہوں نے کیونکر دیوتاؤں کے ساتھ چاول کھائے جنہیں گورنمنٹ نے پنڈتوں کے زیرِ نگرانی بویا تھا اور یہ کہ ان کے جلوسوں میں چھ لاکھ جاپانی شامل تھے اور وہ سب کے سب میکاڈو کے دس ہزار سال تک زندہ رہنے کا نعرہ لگاتے تھے۔

اگر قدیم تہذیب اور مذہبی عقائد پر قائم رہنا کسی قوم کو ترقی سے روکتا ہے، تو سوال پیدا ہوگا کہ جاپان ان دونوں چیزوں کے باوجود کیونکر منزلِ ترقی پر پہنچ گیا؟  
کیا مذہب تعصب کا نشان ہے؟

ایک اور چیز بھی قابلِ غور ہے، میں پوچھتا ہوں اگر پابندی مذہب

کے باعث مسلمانوں کو متعصب اور تنگ خیال کہا جاتا ہے تو جاپانیوں کو کیوں متعصب نہیں کہا جاتا جب کہ وہ حیرت انگیز ترقی کرنے کے بعد بھی ایسے رسوم اور عقائد کی پابندی کر رہے ہیں جو دو ہزار سال پہلے سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے بادشاہوں کو دیوتا اور معبود خیال کرتے ہیں؟

پھر یہ بھی دیکھئے کہ شاہ انگلینڈ اور شاہ ہندوستان کو جو چالیس کروڑ سفید، گندمی، سُرخ اور سیاہ رنگ کے انسانوں پر حکومت کرتے ہیں اور گرجا کے امام کب سمجھے جاتے ہیں، کیوں متعصب نہیں کہا جاتا؟ اور ان کی قوم کو کیوں غیر مذہب نہیں کہا جاتا، جبکہ پارلیمنٹ کئی دفعہ بحث کرنے کے باوجود اب تک یہ فیصلہ بھی نہیں کر سکی کہ روٹی اور شراب پادری کی دعائیں پڑھو دینے سے سچ مچ مسیح کا گوشت اور خون بن جاتے ہیں یا نہیں؟

پھر ہم یورپین اقوام کو جنہیں اپنی عیسائیت پر ناز ہے اور جو آپس میں سخت دشمنی کے باوجود عیسائیت کی خدمت اور اشاعت میں ہر وقت مستعد رہتی ہیں، کیوں متعصب نہیں کہتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ جس مذہب کے قائل ہیں وہ ۱۹ سو برس پہلے کا ہے اور اصلاح پسندوں کے نزدیک یہ زمانہ بہت کافی پڑانا ہے؟

اور اگر ہم یہودیوں کی تمام خوبیوں سے انکار بھی کر دیں تو ان کی عقلمندی اور جدوجہد سے انکار نہیں کر سکتے، تاہم یہ لوگ بھی آج سے کئی ہزار سال پہلے کی تورات پر فخر کر رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ آج کل تو ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بہت سے یہودی نوجوان اپنی عبرانی زبان کو جس کی کوئی بھی تاریخ موجود نہیں ہے، زندہ کرنے کی کوشش میں رات دن لگے ہوئے ہیں۔ پھر انہیں متعصب کیوں نہیں کہا جاتا؟

مشہور یہودی لیڈر وائزمن نے فرانسیسی روزنامہ "ماتن" سے انٹرویو کرتے ہوئے بڑے ناز و انداز سے یہ بیان دیا ہے کہ "آج کل کا فلسطین سب نبیوں کی زبانوں میں باتیں کر رہا ہے" آج کل کے فلسطین سے ان کا مطلب "یہودیوں کا فلسطین" ہے جس میں یہودیوں نے اپنی زبان عبرانی کو عام کر کے اپنے بچوں کی تعلیمی زبان بنا دیا ہے کیا مسلمان سن رہے ہیں کہ دنیا میں یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا مسلمان دیکھ رہے ہیں کہ مہذب دنیا کا کیا حال ہے؟ ہاں! یہ انہی لوگوں کا حال ہے جو دنیا میں علوم جدیدہ اور نئی تہذیب کے قبول کرنے میں سب سے آگے ہیں۔ و ماید کرا لا اولوا لالباب

ایسی مثالیں بہت ہیں اور ان کا اس چھوٹی سی کتاب میں جمع

کرنا ناممکن ہے تاہم یہ مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے سوا دنیا کی تمام قومیں اپنی قومیت، دین، رسم و رواج، عادات و اخلاق اور تمام قدیم موروثہ باتوں کی حفاظت کے درپے ہیں۔

لیکن مسلمانوں کا حال دیکھ کر سخت تعجب ہوتا ہے۔ انہیں جب کبھی کوئی مخلص مسلمان و شرآن کی طرف بلاتا ہے یا اسلامی عقائد، رسم و رواج اور مشرقی زندگی پر تائید کرنے کے لئے کہتا ہے تو نئی روشنی کے مسلمان ان کے خلاف آوازیں اٹھاتے ہیں اور متعصب قرار دے کر یہ ارشاد فرمانے لگتے ہیں "تم کس طرح ترقی کر سکتے ہو، جبکہ اس نئے زمانے میں پرانے زمانے کی باتوں پر عمل کرنے کے درپے ہو؟"

ہمیں ایسے لوگوں کی عقل پر رونا آتا ہے۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کی بہت سی قوموں نے ترقی کی ہے، وہ آگے بڑھ گئی ہیں، وہ آسمان پر اڑھی جا رہی ہیں اور انہی ترقی یافتہ قوموں میں سے عیسائی آج تک انجیل اور گرجا پر، یہودی اپنی توریت اور تلمود پر اور جاپانی اپنے بت اور مقدس چاول پر قائم ہیں، لیکن یہ مغرب زدہ مسلمان جو غلام اور پس ماندہ ہیں، یہی کہے چلے جا رہے ہیں کہ ہم کبھی ترقی نہیں کر سکتے، جب تک ہم اپنے شرآن، اپنے عقیدہ قومی رسم و رواج، کھانے پینے، کپڑے، فرش و غیبہ کو نہ چھوڑ دیں

اور اپنی قومی تاریخ سے علیحدہ نہ ہو جائیں۔ یہ عقلمندی ہے یا پاگل پن ہو؟

## تنگ خیال قدامت پسندوں نے اسلام کو کیا نقصان پہنچایا؟

اب ہم قدامت پسندوں کے معاملہ پر بحث کریں گے۔ ہمارے تنگ خیال لوگوں نے اسلام کو جو نقصانات پہنچائے، وہ ملحدوں کے نقصانات سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں بدینتی سے نہیں بلکہ جہالت سے کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ تنگ خیال قدامت پسندوں نے اسلام کے دشمنوں کا راستہ صاف کر دیا ہے اور انہیں یہ موقعہ دیا ہے کہ وہ اسلام پر یہ الزام لگائیں کہ اسلامی تعلیم ترقی کے منافی ہے۔ پھر اسی تنگ خیال جماعت نے مسلمانوں کو دنیا سے الگ کر کے اسلام کو محض آخرت کا دین بنا دیا ہے۔ حالانکہ اس دنیا میں اگر کوئی مذہب دنیا اور آخرت دونوں جہازوں کا مذہب کہلانے کا مستحق ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اسلام نے نہ ہندوؤں اور چینپوں کی طرح انسان کے تمام اعمال کو آخرت کے لئے بتایا ہے، نہ عیسائیت اور انجیل کی طرح انسان کو اس دنیا کے مال و دولت سے اور بزرگی سے نفرت کرنے کا حکم دیا ہے اور نہ مادہ پرستوں کی طرح انسانی کوششوں کا ثنہا صرف اس دنیا کو قرار دیا ہے۔ پھر



انہی قدامت پسندوں نے سائنس، کیمیا اور فلسفہ جدید وغیرہ کے خلاف  
 اس لئے لڑائیاں کیں کہ یہ کافروں کے علوم ہیں اور اپنی اس جہالت کی  
 وجہ سے مسلمانوں کو ان علوم کے فیضان سے محروم کر کے ان کے بازوؤں  
 کو کاٹ کر رکھ دیا۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ زمین اپنے خزانوں کو انہی  
 کے سپرد کرتی ہے جو سائنس کی امداد سے ان کی تلاش کریں اور  
 اگر ہم ہر وقت صرف آخرت ہی کی باتیں کرتے رہیں تو زمین ہمیں  
 یہ ضرور کہے گی جب تم آخرت ہی کو تلاش کرتے رہتے ہو تو آخرت  
 کو جاؤ، میرے پاس تمہارے لئے کوئی چیز نہیں ہے، یہ علوم جدیدہ  
 سے الگ رہنے ہی کا نتیجہ ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو دیگر اقوام کا  
 شکار بنا دیا ہے، ہم گر رہے ہیں اور وہ ترقی کر رہے ہیں۔ یہاں تک  
 کہ نہ صرف انہوں نے ہماری دنیا پر قبضہ کر لیا ہے بلکہ وہ اپنے علوم  
 کے ذریعے ہم کو ہمارے دین سے بھی متنفر کرنے کی طاقت کے مالک  
 ہو گئے ہیں۔ حالانکہ خدا کی شریعت نہیں چاہتی کہ ایسا ہوگا۔ خدا  
 کا حکم تو یہ تھا: وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا  
 الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ (ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان  
 لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ  
 اختیار کئے کہ ان کو زمین پر خلافت عطا فرمائیں گے) اسی کے ساتھ وہ ہماری

آیت یہ ہے: هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا  
 راور دیکھو یہ اسی پروردگار کی کار فرمائی ہے کہ اس نے زمین کی  
 ساری چیزیں تمہارے لئے پیدا کیں تاکہ جس طرح چاہو ان سے  
 کام لو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي  
 اخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الْمَرْقِطِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ  
 آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ (اے پیغمبر  
 ان لوگوں سے کہو "خدا کی زینتیں جو اس نے اپنے بندوں کے برتنے  
 کے لئے پیدا کی ہیں اور کھانے پینے کی اچھی چیزیں کہیں نے حرام  
 کی ہیں؟" تم کہو "یہ (نعمتیں) تو اسی لئے ہیں کہ ایمان والوں کے  
 کام آئیں۔ دنیا کی زندگی میں زندگی کی بکروہات کے ساتھ اور قیامت  
 کے دن (ہر طرح کی بکروہات سے) خالص!" پھر اسی کے ساتھ یہ بھی  
 حکم ہے: وَلَا تَتَّبِعُوا نَهْيَ الْاٰثِمِ الْعٰثِمِ لِيَعْنِيَ تَمَّ دُنْيَا مِنْ اٰثِمِ  
 حَقِّهٖ فَرَامِشِ مَتَّ كَرُو۔ خدا نے مسلمانوں کو جو دعائیں سکھائی وہ یہ ہے  
 رَبَّنَا اِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ يَعْنِي لے  
 خدا ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا فرما۔ لیکن افسوس ہے کہ ہمارے  
 تو امت پسند مسلمان بھائی اس امر سے بالکل بے خبر ہیں کہ ان کا صرف  
 آخرت طلبی کا رویہ اسلام کو گرانے اور مسلمانوں کو دیگر اقوام میں ذلیل

دنوار کرنے کا ذریعہ ثابت ہو رہا ہے۔

## عمل و محنت کے متعلق قرآن حکیم کی تعلیم

ہمارے قدامت پسندوں نے مسلمانوں کو علوم جدیدہ سے دور رکھنے کی جو مہم شروع کی ہے، یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ملت اسلامیہ مفلس تلاش ہو رہی ہے اور ایسے دشمنوں کی محتاج ہو چکی ہے جو نہ اس کی وفاداری کے قزدان ہیں اور نہ سچائی سے آشنا ہیں۔ سب سے زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ جب یہ قدامت پسند بزرگ مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کو دیکھتے ہیں تو انہیں یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ خدا کی یہی مرضی تھی اور تمہاری تقدیر میں روزِ ازل ہی سے تنگدستی اور تکلیف لکھی جا چکی ہے۔ اس قسم کے خیالات کو ہوا دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں ہر جگہ درویشوں اور گداگروں کا مخصوص فرقہ پیدا ہو گیا ہے، جو اسلام کے جسم میں ایک عضو معطل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے انہی بیکار اور نکتے لوگوں کو دیکھ کر فرنگیوں کو یہ کہنے کی جرأت ہوتی کہ "اسلام مسلمانوں کو عمل و محنت کا حکم نہیں دیتا اور مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کام کرنے یا نہ کرنے، ہونے والی بات ہو کر ہی رہتی ہے"۔ حالانکہ

قرآن مجید کے اوراق عمل و سعی اور جہاد و محنت کے احکام سے البریز  
ہیں اور ایسی بے شمار آیتیں موجود ہیں جو ننگیوں کے اس خیال  
کی تردید کرتی ہیں اور جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ ثواب و عذاب اور  
کامیابی اور ناکامی خود انسان کے عمل و کوشش پر منحصر ہے  
آیات ذیل ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ وَقُلْ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ

اور رائے سنبھیر تم کہو "عمل کئے جاؤ۔ اب اللہ دیکھے گا کہ تمہارے عمل  
کیسے ہوتے ہیں اور اس کا رسول بھی دیکھے گا"

۲۔ وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلكُمْ عَمَلِكُمْ ۗ وَإِنِ

راست قدر سمجھانے پر بھی (تجھے جھٹلائیں، تو کہہ دے "میرے لئے میرا عمل ہے  
تمہارے لئے تمہارا۔"

۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۗ ۝ مسلمانو! خدا اور رسول کی اطاعت کرو اور  
اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

۴۔ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَشْرِكُمْ أَعْمَالَكُمْ ۗ ۝ یعنی خدا

تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کسی نہ کرے گا۔ دوسری  
جگہ فرمایا: وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْ كُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ

شَیْئًا اِذْ تَمَّ خَدَاوَدُ اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو خدا تمہارے اعمال میں سے ذرہ بھی کم نہ کرے گا۔

۵۔ نُوْفِ اَلْبِیْمِ اَعْمَالُهُمْ فِیْهَا وَهُمْ فِیْهَا لَا یُجْسَوْنَ ۝

ہمارا ٹھہرایا ہوا قانون یہ ہے کہ ان کی کوشش و عمل کے نتائج یہاں پورے پورے دیدیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ دنیا میں اسکے ساتھ کسی کیجاتے

۶۔ وَ لَیُوْفِیْہُمْ اَعْمَالُہُمْ وَہُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ خدا ان

کے کاموں کا پورا پورا اجر دے گا اور ان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ دوسری جگہ فرمایا اِنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلًا عَامِلٍ مِّنْکُمْ۔ بلاشبہ میں کبھی کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا۔

۷۔ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ ۝ کام کرنے والوں کے لئے اچھا بدلہ ہے

۸۔ لِمَثَلِ هَذَا اَفَلِیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ ۝ ایسی کامیابی کے لئے

کام کرنے والوں کو کام کرنا چاہئے۔ دوسری جگہ فرمایا اِلَیْہِ

یَصْعَدُ الْکَلِمَةُ الطَّیْبَةُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہَا اچھی بات

خدا تک پہنچتی ہے اور اچھا کام اس کو بلند کرتا ہے۔

۹۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَہُوَ مُؤْمِنٌ

فَلَنُحِیْیَنَّہٗ حَیٰۃً طَیْبَةً ۝ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا

كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ جس کسی نے اچھا کام کیا خواہ مرد ہو، خواہ عورت

اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو (یا درکھو) ہم ضرور اسے اجر دیں گے انہوں نے جیسے جیسے اچھے کام کئے ہیں، اسی کے مطابق ہمارا اجر بھی ہوگا۔

۱۰۔ وَوَفِيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ عِلْمٌ بِمَا

يَفْعَلُونَ ۝ ہر ایک انسان کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل جائیگا اور خدا لوگوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے۔

۱۱۔ فَاصَابَهُمُ سَيِّئَاتٌ مَّا عَمِلُوا ۝ جیسے کچھ ان کے اعمال

تھے، ویسے ہی بُرے نتیجے بھی ملے۔ دوسری جگہ فرمایا وَوَجَدُوا

مَّا عَمِلُوا حَاضِرًا ۝ غرضکہ جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا، سب اپنے سامنے موجود پائیں گے۔

۱۲۔ مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صٰلِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَاؤُ الضِّعْفِ

بِمَا عَمِلُوا ۝ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں اپنے اعمال کے نتیجے میں دوگنا نیک بدلہ ملے گا۔

۱۳۔ وَلِكُلِّ دَرَجٰتٍ مِّمَّا عَمِلُوا جَ وَّلِيُوْفِيْهِمْ

اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ ہر ایک کو اپنے کام کے لحاظ سے درجہ ملے گا اور ان کے اعمال کا بدلہ پورا ہوگا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

۱۴۔ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا تَرَكَا ۝ جو مسلمان ایک ذرہ کے برابر نیک کام کریگا  
اسے نیک بدلہ ملے گا اور جو ایک ذرہ کے برابر بُرا کام کرے گا اسے  
اس کا بُرا بدلہ ملے گا۔

۱۵۔ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وہ وقت دور نہیں

کہ اپنے کئے کا بدلہ پالیں گے۔

ان آیتوں کے علاوہ اور اس قدر آیتیں موجود ہیں کہ اس مختصر

رسالہ میں احاطہ ناممکن ہے اس کے علاوہ بعض آیتیں ایسی بھی موجود ہیں  
جو ہماری موجودہ حالت کا پورا نقشہ کھینچتی ہیں مثلاً وَمَا آصَابَكُمْ

مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ ۝ تم پر جو بھی مصیبتیں نازل

ہوتی ہیں وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ دوسری جگہ ہے

اُولَئِكَ اَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا لَقُلْتُمْ اِنَّا

هٰذَا لَقُلٌّ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۝ جب تم پر مصیبت پڑی

اور یہ مصیبت ایسی تھی کہ اس سے دوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں

دشمنوں پر پڑ چکی ہے۔ تو تم بول اٹھے۔ یہ مصیبت ہم پر کہاں سے

آپڑی "لئے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دو رہاں مصیبت تو ضرور آپڑی مگر خود

تمہارے ہی ہاتھوں آئی۔ (اگر تم کمزوری نہ دکھاتے اور احکام حق کی

اطاعت کرتے تو کبھی یہ مصیبت پیش نہ آتی)

قرآن پاک کی یہ آیت صحابہ کرام کے حق میں نازل ہوئی تھی جو ایمان، اخلاص اور تقویٰ میں تمام مسلمانوں سے بڑھ چڑھ کر تھے آیت کا شان نزول یہ ہے کہ غزوہٴ احد میں تیرا اندازوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ایک گھاٹی پر کھڑے رہو اور مجاہدین کی حفاظت کی رسول اللہ صلعم نے انہیں پوری تاکید کی کہ وہ شکست یا فتح، کسی بھی حالت میں اپنی جگہ کو نہ چھوڑیں، لیکن جب مشرکوں کو شکست ہوتی نظر آئی تو انہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھ گئے، اس پر مشرکین نے از سر نو حملہ کیا اور مسلمانوں کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا اور رسول کریم کا سربسارک زخمی ہو گیا، اس پر اوپر کی آیت نازل ہوئی۔

قرآن پاک کی ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ دین اسلام صرف عمل و محنت کا دین ہے، نہ کہ قضا و تفتیر اور کاہلی کا۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو گراگروں اور بیچاروں کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ خواہ ہم کام کریں یا نہ کریں، خدا ہمیں ضرور رزق دے گا اور نہ دشمنانِ اسلام کا یہ الزام درست ہے کہ اسلام اپنے پیروں کو بے جا توکل اور تنگ خیالی کی تعلیم دیتا ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ



مصیبتوں کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ احکام اسلام سے غافل اور صحیح اسلامی رُوح سے نا آشنا ہیں۔ ورنہ اگر یہ باتیں جو اسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، صحیح ہوتیں تو دین اسلام کے سب سے زیادہ سمجھنے اور عمل کرنے والے مسلمان یعنی صحابہ کرامؓ کیونکر پچاس سال کے اندر اندر نصف دنیا کو فتح کر لیتے؟

## توکل کا مفہوم

توکل کے مفہوم و معانی کے متعلق عام غلط فہمی پائی جاتی ہے اور عام مسلمان اسے بیکاری اور کاسہ گدائی کے مترادف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ شُرآن مجید نے اسے عمل و سعی اور جدوجہد کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ مطلب تو صرف یہ تھا کہ جدوجہد کے ساتھ ساتھ خدا پر بھی بھروسہ ہو تو دنیا و آخرت میں اس سے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوگا لیکن اگر صرف اپنے نفس ہی پر بھروسہ کر لیا گیا تو اس کا صرف یہ نتیجہ ہوگا کہ انسان کامرانی پر مغرور اور ناکامی میں مُزدل ہو جائیگا۔ پس اسلام میں جس توکل کا ذکر ہے وہ تو عقل اور فکر کے ساتھ کام کرنے کے بعد، خدا پر بھروسہ کرنا اور اس سے مدد مانگنا ہے تاکہ انسان کو یہ معلوم رہے کہ وہ اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ کام کو سرانجام کرنا

اس کا اختیار نہیں ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا ہم توکل نہ کیا کریں؟ فرمایا "نہیں بلکہ تم میں سے جو شخص جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اس سے وہی کام لیا جائے گا۔"

تعجب ہے کہ وہ فرنگی لوگ جو ہمیشہ اسلام کی طرف بے جا عقائد منسوب کرتے رہتے ہیں، کبھی بھی تکلیف کر کے انجیل کا مطالعہ نہیں کرتے اور توکل کے متعلق اس کے وہ احکام نہیں دیکھتے جو قرآن کریم کے احکام کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ ہیں۔ چنانچہ انجیل میں ہے "تمہارے آسمانی باپ کے حکم کے بغیر تمہارا ایک بال تک نہیں گر سکتا" اسی طرح کے اور بھی بے شمار احکام ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ انجیل کے ان احکام کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ کام کرنے کے دلدادہ فرنگی جو قضا و قدر ہی کے قائل نہیں ہیں، بہت ذوق و شوق سے انجیل کا مطالعہ کرتے ہیں اور وہ اسے عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور قضا و قدر کی آیتوں پر کبھی اعتراض نہیں کرتے۔

اس بحث سے میرا مقصد یہ ہے کہ اس قسم کی آیات کا خواہ قرآن میں ہوں یا انجیل میں، مطلب صرف اتنا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہونے

والا ہے، خدا تعالیٰ قبل از وقوع اس کا علم رکھتا ہے۔ ان احکام کے یہ  
معنی بہرگز نہیں کہ انسان کام کاج چھوڑ دے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے

## اصل سوال کی طرف رجوع

ہم پھر تنگ خیال مسلمانوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ  
ہیں جنہوں نے دشمنان اسلام کے لئے اسلام پر حملہ کرنے کا راستہ  
کھول دیا ہے اور انہیں اسلام کے خلاف مسلح کر دیا ہے۔ چنانچہ اسلام  
کے دشمن انہی تنگ خیال اور متعصب مسلمانوں کے عقائد کو دیکھ کر  
یہ کہنے لگے ہیں کہ اسلام نہ موجودہ تمدن کے ساتھ ساتھ چل سکتا  
ہے اور نہ ترقی کر سکتا ہے۔ حالانکہ اصل بات صرف یہ ہے کہ تنگ خیال  
ملاؤں کے ذاتی عقائد اس نئی تہذیب اور تمدن کے ساتھ بالوف  
نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ خود ترقی کے راستے میں کھڑے ہو جاتے  
ہیں مگر اسلام ان کی اس ذہنیت اور خانہ ساز عقائد سے بالاتر ہے  
اور ہماری ترقی میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا۔

تقلید پر اور قدامت پسندی کے متعلق قرآنی تعلیم

غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ اسلام کا اصل منشا یہ تھا کہ

تمام پرانی اور بے فائدہ باتوں کو منسوخ کر کے مفید احکام جاری کئے جائیں اور حق بات بھی یہ ہے کہ وہ مذہب جس میں حضرت ابراہیمؑ جیسا اسوۂ حیات موجود ہو، اس کی طرف تعصب اور تنگ خیالی کو منسوب کرنا ظلم ہے۔ چنانچہ شُرآن کریم میں اس مثال کا ذکر یوں آتا ہے:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ  
مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلَ الَّتِي  
أَنْتُمْ لَهَا عَاقِبُونَ ۝  
قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا  
عَابِدِينَ ۝ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ  
أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

جب اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھا یہ کیا مورتیاں ہیں جن کی پوجا پر تم جم کر بیٹھ گئے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا تھا ہم نے اپنے باپ دادوں کو دیکھا انہی کی پوجا کرتے تھے۔ ابراہیمؑ نے کہا "یقین کرو تم خود بھی اور تمہارے باپ دادا بھی صریح گمراہی میں پڑے۔"

دوسری جگہ اسی طرح مذکور ہے:

قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَنْظِلُ  
لَهَا عَاقِبِينَ ۝ قَالَ هَلْ لَكُمْ مِنْكُمْ  
إِذْ تَدْعُوْنَ ۝ أَوْ يَنْفَعُكُمْ أَوْ  
يَضُرُّونَ ۝ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا  
آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۝  
قَالَ أَفَأَنْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۝

انہوں نے کہا "ہم بت پرستی کرتے ہیں اور ان کی پوجا پر قائم ہیں" ابراہیمؑ نے جواب دیا "جب تم ان سے دعا مانگتے ہو تو وہ تمہاری دعا کو سنتے ہیں؟ یا تمہیں نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں؟" انہوں نے کہا "نہیں بلکہ ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے" ابراہیمؑ نے کہا "خدا تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی تم اور تمہارے

انتم وَاٰبَاؤُكُمْ لَا تُدْرِكُوْنَ  
 بَابِ دَا دَا عِبَادَتِ كَرْتِي هِيں، وَه مِيرے  
 فَاَهُمْ عَدُوٌّ لِّكَ الْاَدْبِ الْعَالَمِيْنَ ۝ دشمن هیں!

پھر ارشاد ہوتا ہے :-

اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ  
 "ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی عقیدہ پر پایا ہے اور  
 وَاِنَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ مُقْتَدُوْنَ  
 ہم ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں" اس نے کہا "کیا  
 قَالُوْا اَوْ كُوْجِنْتُمْ بِاَهْلِ  
 تم اسی طرح دہو گے، باوجودیکہ میں تمہیں تمہارے  
 مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ اٰبَاءُكُمْ  
 باپ دادوں سے کوئی بہتر عقیدہ بتا دوں"

ایک اور آیت بھی ملاحظہ فرمائیں :-

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا  
 اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے اللہ نے جو ہدایت نازل کی ہے اسکی  
 مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ  
 پیروی کرو، تو کہتے ہیں نہیں ہم تو اسی طریقے پر چلیں گے جس پر  
 نَتَّبِعُ مَا الْفِيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاؤُنَا  
 اپنے بڑے بڑوں کو چلتے دیکھ رہے ہیں۔ کوئی ان لوگوں سے  
 اَوْ لَوْ كَانِ اٰبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ  
 پوچھے، اگر تمہارے بڑے بڑے عقل سے کوئے اور ہدایت سے  
 نَسِيًا وَاِلٰى هْتَدُوْنَ ۝ محروم رہے ہوں تو تم بھی عقل و ہدایت سے انکار کر دو گے؟

اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ :-

سَيَقُوْلُ السُّفٰهَاءُ مِنَ النَّاسِ  
 جو لوگ عقل و بصیرت سے محروم ہیں وہ کہیں گے مسلمان جس قباہ  
 مَا وَاٰلٰہُمْ عِدَّتُمْ عَلَيْهِمُ الَّذِي  
 کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کر کے نئے، کیا بات ہوئی کہ ان کا  
 كَانُوْا عَلَيْهِمْ اَوْ لَوْ كَانِ  
 رخ اس سے پھر گیا؟ (۱) نے پیغمبر تم کہو، سمت مشرق ہو یا

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ يَهْدِي

مَنْ يَتَّبِعْهُ إِلَى جَسَدٍ

مُسْتَقِيمٍ ۝

مغرب، سب اللہ ہی کے لئے ہے۔ روہ کسی خاص مقام یا جہت

میں محدود نہیں، وہ جس کو چاہتا ہو (کامیابی و سعادت)

کی سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔

ان آیتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی آیتیں موجود ہیں جو یہ تعلیم دیتی ہیں کہ کسی چیز پر عمل کرنے کے لئے صرف اس کا قدیم ہونا کوئی سند نہیں۔ انسان کو فوائد اور مقصد پر نظر رکھنی چاہئے۔ نہ کہ قدامت اور تقلید پر۔

وہ لوگ جو اسلام کی تعلیم کو اچھی طرح سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں، ہر قسم کی مفید باتوں کو جو شریعت کے احکام کے خلاف نہ ہوں، بہت خوشی کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اور جہاں تک میں دیکھتا ہوں، مجھے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جو مفید بھی ہو اور اسلام کے خلاف بھی ہو۔ اسلام کا اصل منشا دنیا کی بہبودی اور لوگوں کی خیر و فلاح ہے۔ کیا آپ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ علمائے نجد جو تمام مسلمانوں کی نسبت فرنگیوں کے عقائد سے بہت دور ہیں اور اختراعات جدیدہ کے مرکز سے بہت فاصلہ پر رہتے ہیں، جب ان سے سلطان ابن سعود نے وائرلیس، ٹیلیفون اور موٹر کے استعمال کے متعلق فتویٰ دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ کتاب و سنت میں کہیں ان کے استعمال کی

ممانعت نہیں ہے۔ اسکے علاوہ چونکہ یہ چیسنز میں مفید بھی ہیں، اس لئے انہیں استعمال کرنا چاہئے۔ اگر گورنمنٹ رعایا کی مناسحت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس قسم کی مفید چیزوں کو اپنے ملک میں رواج دے دے تو اس کا یہ اقدام ملک کے فلاح و بہبود کے لئے ہر لحاظ سے مفید ہوگا۔ خاص طور پر حاجیوں کے لئے، وہ کئی کئی راتوں اور دنوں کی تکلیفیں برداشت کرنے کی بجائے صرف چند گھنٹوں میں اپنا سفر طے کر لیں گے؟ یہاں یہ چیسنز بھی یاد رہے کہ صرف متعصب اور تنگ خیال مسلمانوں ہی نے نئی نئی ایجادات کے خلاف آواز نہیں اٹھائی بلکہ مسلمانوں سے پیشتر عیسائی بھی کسی زمانے میں ہر نئی ایجاد کے خلاف اس شدت سے آواز بلند کرتے تھے کہ ان کے ذکر سے آج بھی حیرت اور تعجب ہوتا ہے۔ چنانچہ جب گھیلو نے زمین کے گول ہونے کا دعویٰ کیا تو تمام عیسائی دنیا نے اس پر کھنر کا فتویٰ لگا دیا اور آج بھی ایسے متعصب اور تنگ خیال عیسائیوں کی کمی نہیں ہے جو توریت و انجیل کے سوا تمام باتوں کو کھنر سمجھتے ہیں۔ ابھی دو ہی سال کا واقعہ ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ایک پروفیسر کو ملازمت سے محض اس لئے علیحدہ کر دیا گیا اور اس پر مہتممہ چلایا گیا کہ وہ ڈارون کے مسئلہ ارتقاء کا قائل تھا، لیکن عیسائیوں میں ان سب باتوں کے

باوجود علم و تحقیق کا راستہ بند نہیں ہوا۔ بہر حال کوئی صاحب غور مسلمان  
 اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ سائنس، ریاضی، فلکیات، طب  
 کیمسٹری اور جیالوجی وغیرہ علوم جو ایک حد تک بنی نوع انسان  
 کے لئے مفید ثابت ہوتے ہیں، اگر براہ راست نہیں تو بالواسطہ طور پر  
 دینی علوم ہی کی حیثیت رکھتے ہیں، چنانچہ جب دنیا میں مسلمانوں کی  
 عظیم الشان سلطنتیں قائم تھیں اور علم و فضل کے ساتھ ساتھ علمائے  
 اسلام کی جماعتیں بھی موجود تھیں تو ان وقتوں میں الازہر، الاموی،  
 الزیتونہ، الفسروین، قرطبہ، بغداد اور سمرقند وغیرہ میں علوم شرعیہ  
 کے علاوہ علوم طبیعیہ کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا، بلکہ اس  
 زمانے کے علماء علم حدیث کے علاوہ ریاضیات میں بھی مہارت رکھتے تھے



# اسلامی تہذیب اور مذہب بدگمانی

## کیا اسلامی تہذیب مسلمانوں کے زوال کی علت ہے؟

بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اسلام نے اپنی کوئی خاص مذہبیت اور تہذیب قائم نہیں کی۔ ایسے مریعوں کی دو قسمیں ہیں، ایک اسلام کے دشمن اور دوسرے اسلام کے بلعد۔ ظاہر ہے کہ پہلی قسم کے لوگوں کی کوشش یہ ہے کہ مسلمانوں کو اہل فرنگ کے سانچے میں ڈھالا جائے۔ دوسری قسم کے لوگوں کا بدعا یہ ہے کہ اسلام میں الحاد کا بیج بویا جائے۔ اگرچہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ مذہب کا تہذیب پر برا اثر ہوتا ہے تاہم یہ اصول قابل تسلیم نہیں ہے کہ کسی مذہب کی سچائی کو قبول کرنے کے لئے اس کی تہذیب کو معیار مسترد کر دیا جائے۔ چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں پر مذہب کا اثر بتا دیا جائے کہ ہوتا چلا جاتا ہے جس سے ان کے اخلاق اور تہذیب میں کمی واقع ہوجاتی ہے اور ساری کی ساری قوم گر جاتی ہے۔ لیکن کسی قوم کے تنزل و انحطاط کا ذمہ وار مذہب نہیں ہوتا بلکہ اس کا اصل سبب

اخلاقی جلیبہ کا فقدان ہوتا ہے بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ خارجی اثرات کی وجہ سے مذہبی تہذیب کی بنیادیں کمزور ہوجاتی ہیں، جس سے لازمی طور پر قوموں کی بربادی کے سامان پیدا ہوجاتے ہیں۔ لیکن اس معاملہ میں بھی مذہب کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ انہی حالات میں مسلمانوں کی بربادی اور تنزل کا ذمہ دار ان کا مذہب نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اس کا سبب مذہب سے ناواقفیت اور احکام مذہب سے روگردانی اور بے پروائی ہے۔ چنانچہ اس کا ناقابل تردید ثبوت یہ ہے کہ جب تک مسلمان شریعت کے احکام پر عمل کرتے رہے وہ عزت، طاقت اور دولت کے مالک رہے مگر جوہنی انہوں نے احکام شریعت سے غفلت کی، وہ تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔

ہمارا مطالب یہ نہیں کہ اسلام کی کوئی خاص تہذیب نہ تھی بلکہ اسلام کی خاص تہذیب ایک ایسا مسلمہ امر ہے جو کسی ثبوت کا محتاج نہیں۔ چنانچہ ہم اہل مغرب کے پاس وہ جرمنی ہوں یا فرانسسیسی، انگریز ہوں یا اطالوی، اسلام کی تہذیب و تمدن کے متعلق اس قدر تصانیف دیکھتے ہیں جو حساب و شمار میں بھی نہیں آسکتیں۔ پس اگر سنت اور شریعت کی بنیادوں پر اسلام کی کوئی خاص تہذیب نہ ہوتی تو علمائے یورپ جو ہمیشہ اسلام کی مخالفت کرتے چلے آتے، پھر

تہذیب اسلام کے متعلق بڑی بڑی جلدیں نہ لکھتے، اس کی تاریخ پر بحث نہ کرتے، اس کی تہذیب کا دوسرے مذاہب کی تہذیب کے ساتھ مقابلہ نہ کرتے اور اس کے بعض خاص اصولوں کی طرف توجہ نہ کرتے لیکن موجودہ حالت یہ ہے کہ اسلامی تہذیب کے متعلق خود یورپ کے اہل قلم نے اس قدر لٹریچر شائع کی ہے کہ اس پر کسی مزید اضافہ کا خیال تک نہیں ہو سکتا۔

## اسلامی تہذیب کا جاوہ

اگر ہم چند قدم پیچھے ہٹ کر دیکھیں تو ہمیں وہ حیرت انگیز منظر دکھائی دے گا جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ چنانچہ منصور، رشید اور ماموں کے زمانے میں بغداد کی آبادی ۲۵ لاکھ تھی اور یہ تہذیب و تمدن، دولت مندی اور خوشحالی کے لحاظ سے اس قدر مشہور تھا کہ اس سے قبل یا بعد کے زمانے میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اسی زمانے میں بصرہ کی آبادی پانچ لاکھ تھی اور اسی طرح دمشق، قاہرہ، حلب، سمرقند، اصفہان اور بہت سے اسلامی شہر تہذیب و تمدن کا مرکز سمجھے جاتے تھے۔ افریقہ کے بڑے بڑے شہروں مثلاً تیروان، فاس، تلمسان اور مراکش کی مثالیں

آج کل کے یورپ میں بھی نہیں مل سکتیں۔ پھر شہر قرطبہ کا تصور  
 کیجئے جسے "یورپ کی داہن" کہنا بجا ہوگا۔ پندرہ لاکھ کی آبادی  
 تھی۔ یہاں کی جامع مسجد کی وسعت کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے  
 کہ اس کے اندرونی حصے میں پچاس ہزار اور صحن میں تیس ہزار  
 لوگ آسانی سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جامع مسجد کے علاوہ باقی  
 مسجدوں کی تعداد سات سو تھی۔

جب میں زہرائے محل کو دیکھنے گیا تو میسری حیرت کی کوئی  
 انتہا نہ رہی، گویا میں نے محل نہیں دیکھا، بلکہ ایک مکمل شہر دیکھا۔  
 اس کی لمبائی ۹ سو میٹر اور چوڑائی ۷ سو میٹر تھی۔ اہل ہسپانیہ اس محل  
 کو شہر زہرائے نام سے پکارتے ہیں۔ اسی سلسلے کے گنڈرات کی  
 گھدائی کرنے والے انجنیروں نے مجھ سے کہا کہ وہ امید کرتے ہیں کہ  
 تمام گھدائی پچاس سال کے اندر ختم ہوگی۔

اگر ہم ان سب شہروں کو چھوڑ کر محض غرناطہ ہی کو لے لیں جو  
 یورپ میں مسلمانوں کی سب سے چھوٹی سلطنت کا دار الخلافہ تھا تو ہم  
 اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ پندرہویں صدی عیسوی تک یورپ میں  
 اتنا عظیم الشان اور بارونق شہر کوئی نہ تھا۔ جس زمانے میں ہسپانیوں  
 نے اس شہر کو فتح کیا تھا، اس کی آبادی پچاس ہزار تھی۔ یہ وہ زمانہ

تھا کہ تمام یورپ میں ایک بھی ایسا شہر نہ ملتا تھا جو غرناطہ کی نصف آبادی ہی کے برابر ہوتا۔ پھر الحمرائے کے عظیم الشان محل کی طرف توجہ کیجئے، اس کی تعریف میں صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ تمام روستے زمین پر اس کی کوئی مثال نظر نہیں آسکتی۔

ہم نے مسلمانوں کی تہذیب اور مدنیت کا ایک مختصر سا خاکہ کھینچنے کی کوشش کی ہے اور اگر ہم تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر کریں تو کسی ضخیم جلد میں بھی کافی نہ ہوں گی۔ خود انگریز اہل قلم اس کے متعلق بے شمار تاریخیں لکھ چکے ہیں۔ البتہ یہ امر باعث فخر ہے کہ اسلام کے کسی سخت سے سخت دشمن اور متعصب مورخ نے بھی اسلام کی بے مثال تہذیب سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کی۔

## اسلامی تہذیب کے احسانات

ہاں وہ اتنا ضرور کہتے آتے ہیں کہ اسلام نے کوئی تہذیب ایجاد نہیں کی بلکہ پرانی تہذیب کو از سر نو زندہ کر دیا ہے اور مشرق کو مغرب سے ملا دیا ہے، لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ مسلمانوں نے صرف پورے علوم ہی کا ترجمہ نہیں کیا، بلکہ وہ خود بہت سے علوم کے موجد ہیں اور بہت سی نئی چیزوں کی دریافت

کاسہرا بھی انہیں کے سر ہے۔

پھر یہ بھی تو ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی تہذیب نہیں جو دوسری تہذیبوں کا خلاصہ نہ ہو اور اس کو درجہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کئی قوموں کی کوشش اور جدوجہد شامل نہ ہو اور اس کی ترقی کے لئے مختلف دماغوں اور عقلوں نے کام نہ کیا ہو۔

کیا اسلام کے حاسدیہ بھڑول جانتے ہیں کہ اسلام کے ظہور کے وقت مشرقی تہذیب گم ہو چکی تھی اور اسلام نے اسے نہ صرف از سر نو زندہ کیا بلکہ اسے موتیوں کی طرح سیپوں سے نکالا، اسے صاف کیا، اس پر اسلام کی مہر ثبت کی اور اسے قرآن شریف کے آداب سے مزین کر کے مشرق و مغرب میں پھیلایا۔ چنانچہ یہی وہ باتیں ہیں جن کا بعض مخلص علمائے فرنگ کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ اسلام کی تہذیب اور مدنیّت کسی دوسری قوم سے مستعار نہیں لی گئی بلکہ یہ وہ تہذیب ہے جو قرآن کریم کے سرچشمہ سے نکلی اور توحید کے عقیدہ سے اس کی ترقی ہوئی۔ باقی رہیں وہ باتیں جو مسلمانوں نے دوسری قوموں سے لیں یا ان کی تصانیف کا ترجمہ کیا یا بعض جگہ فنون کو حاصل کیا تو اس سے اسلام کی تہذیب پر کوئی حرف نہیں آسکتا، کیونکہ یہ ایک طبعی امر ہے کہ دنیا میں تمام انسان ایک دوسرے کی مدد سے

اپنی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اگر سچ بوجھو تو علم کی حقیقی تدریج و منزلت اسی میں ہے کہ انسان اس حدیث شریف پر عمل کرے۔ الحکمة ضالة المؤمن فحيث وجدها فهو احق بها، حکمت و دانائی کی بات مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے پس وہ اسے جہاں بھی مل جائے، وہ اس کا حقدار ہے۔

اسلام کے کسی بڑے سے بڑے دشمن کو بھی یہ تسلیم کرنے میں تامل نہیں کہ اسلام کو صرف پچاس سال کے اندر اندر دنیا میں وہ روحانی عقلی اور مادی فتوحات حاصل ہوئیں جو اس سے پیشتر کی امتوں کو نصیب نہ تھیں، چنانچہ نپولین، سینٹ ہیلن ہیں ہمیشہ حیرت کے ساتھ یہ کہا کرتا تھا کہ عربوں نے دنیا کو صرف پچاس سال میں فتح کیا ہے۔ پس اگر نپولین جیسی ہستی جس کی نظروں میں کوئی بڑی سے بڑی فتح بھی نہ سمائی تھی، عربوں کی فتوحات کو حیرت کے ساتھ یاد کرے تو سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ عربوں نے دنیا میں کتنا عظیم الشان کام اور کتنی حیرت انگیز تہذیب چھوڑی ہے۔ چنانچہ انہوں نے تقریباً تین چار صدیوں تک دنیا پر اس خوبی و عزت کے ساتھ حکومت کی کہ روسے زمین کی کسی دوسری قوم نے ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن اس کے بعد آہستہ آہستہ

اخلاق کی کمزوری، کم ہمتی، احکام الہی سے غفلت اور باہمی رقابت کی وجہ سے وہ دن بدن کمزور اور مغلوب ہونے لگے اور اگر قبیلے اور یرمائی قبیلے، سرداری اور عزت کے لئے آپس میں لڑائی بھڑائی نہ کرتے تو یقیناً اہل عرب تمام یورپ کو فتح کر لیتے اور اسے بھی افریقہ کے شمالی حصے کی طرح ایک عربی ملک بنا لیتے۔

## اسلام، باعثِ زوال نہیں

پس مسلمانوں پر جس قدر مصیبتیں آئیں، وہ ان کے اپنے اعمال ہی کا نتیجہ تھا۔ وہ احکام شریعت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مغلوب ہو گئے ہیں۔ جب تک وہ کتاب و سنت کی پیروی کرتے رہے، وہ ترقی کرتے رہے اور دنیا کو فتح کرتے رہے، لیکن جب انہوں نے دین سے روگردانی کی اور شران کو محض پرٹھنے اور گانے کے برابر سمجھ لیا تو وہ فوراً گر پڑے اور دشمنوں نے ان پر قبضہ کر لیا، چونکہ مقابلہ کرنے سے منسوق کا پتہ لگ سکتا ہے اس لئے ہم دیگر اقوام کی مثالیں دے کر اس چیز کو واضح کرتے ہیں۔

## یونانی تاریخ کی مثال

جیسا سینٹ سے قبل یونانیوں کی حالت یہ تھی کہ وہ دنیا کی سب سے



زیادہ ترقی یافتہ قوم نہیں تو کم از کم ترقی یافتہ قوموں میں ضرور تھے۔ ان  
 میں سے بعض لیے افراد پیدا ہوئے جو فلسفہ کے بانی اور علوم و  
 فنون کے ماہر تھے۔ ان میں سے بعض ہستیاں آج بھی آسمانِ علم و فلسفہ پر  
 ستاروں کے مانند چمک رہی ہیں۔ یونانیوں کی تہذیب اور ترقی محض  
 علوم و فنون میں محصور نہیں بلکہ ان میں ہر قسم کی مایہ ناز ہستیاں موجود  
 تھیں۔ چنانچہ اسکندر اعظم ان عظیم و جلیل فاتحوں میں سے تھا جن  
 کی مثالیں تاریخِ عالم میں بہت کم نظر آتی ہیں۔ اُس نے ملکوں کو فوجی  
 طریق پر مسخر ہی نہیں کیا، بلکہ جہاں جہاں وہ جاتا تھا، اپنے ساتھ  
 علوم و فنون کو بھی لے جاتا تھا، جس سے مغلوب تو ہیں سرسبز و  
 شاداب ہو جاتی تھیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ اسکندریہ میں بطالسمہ کی  
 وہ سلطنت جو اپنے فلسفہ اور علوم میں شہرہ آفاق تھی، اسکندر ہی کی  
 فتح کا نتیجہ تھی۔ القصد یونانیوں کی تہذیب اور ترقی کوئی معمولی تہذیب  
 نہ تھی، لیکن جب عیسائیت کا دور دورہ ہوا اور اہل یونان کچھ عرصہ  
 کے بعد اس مذہب کو قبول کر کے عیسائی بن گئے تو وہ آہستہ آہستہ  
 گرنے لگے اور اپنی خوبیوں کو ضائع کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آخر کار  
 بنی آراہی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور سلطنت عثمانیہ میں تبدیل ہو کر  
 ایک صوبہ کے برابر ہو گئے۔ آج اگرچہ کئی صدیوں کے بعد عیسائی رہتے

ہوئے بھی وہ پھر خود مختار ہو گئے ہیں، لیکن ان کی موجودہ سلطنت پرانی سلطنت کے مقابلہ میں ایک ڈرہ بھر بھی وقعت نہیں رکھتی۔  
 کیا آپ یہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یونانیوں کے تنزل کی وجہ عیسائیت تھی؟ وہ لوگ جو مسلمانوں کے مذہب کو ان کے قومی تنزل کا موجب قرار دیتے ہیں، یہاں کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ یونانیوں کے تنزل کا سبب عیسائیت ہی تھا۔

## رومی تاریخ کی مثال

اہل یونان کے بعد ہم رومیوں کو لیتے ہیں۔ کسی زمانے میں وہ ایک عظیم اور منظم سلطنت کے مالک تھے اور دنیا کی کوئی قوم یا سلطنت ان کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتی تھی، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب انہوں نے شاہ قسطنطین کے زمانہ میں عیسائیت کو قبول کیا تو وہ بھی آہستہ آہستہ زوال پذیر ہو گئے اور اپنی سلطنت کو شروع میں یورپ سے اور پھر ایشیا سے ضائع کر دیا۔ یہاں تک کہ پندرھویں صدی تک ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ اگرچہ وہ بھی یونانیوں کی طرح از سر نو زندہ ہو گئے۔ لیکن وہ سلطنت ایک مرتبہ ہاتھ سے نکل گئی، پھر کبھی حاصل نہ ہوئی۔

اس جگہ پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے، کیا اہل روم کے زوال کا سبب عیسائیت تھا، بے شک کئی علماء یہی کہتے تھے کہ رومیوں کے زوال کی وجہ "عیسائیت" ہے جیسا کہ وہ مسلمانوں کے زوال کو اسلام پر محمول کرتے ہیں لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے، میرے نزدیک اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ عیسائیت میں شامل ہونے کے بعد ان لوگوں میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ مثلاً اخلاق فاسد کا فقدان، کم ہمتی، بد معاشری اور بے حیائی وغیرہ اور ابن خلدون کے قول کے مطابق ان کی سلطنت بڑھی ہو گئی تھی، نیز ان اندرونی خرابیوں کے علاوہ بیرونی دشمنوں کے حملوں نے انہیں ہر لحاظ سے کمزور کر دیا تھا۔ ان حالات میں ان کا زوال لازمی امر تھا۔ اگر اس زمانے میں عیسائیت دنیا میں ظاہر نہ ہوتی تو بھی ان کا تنزل ناگزیر تھا اور ان کا وہی انجام ہوتا جو عیسائیت کے قبول کرنے کے بعد ہوا۔

## مذہب تہذیب کی پریت

پس بعض تاریخ نویسوں کا دعویٰ کہ یونانیوں اور رومیوں کی عظمت کا ضائع ہونا عیسائیت کی وجہ سے تھا، درست نہیں ہے، اس لئے کہ مذہب کی تبدیلی سے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوتا کہ قوموں

کے چند رسم و رواج اور قوانین بدل جاتے ہیں اور اس کی کوئی وجہ نہیں کہ اس تبدیلی سے لوگ بالکل نیست و نابود ہو جائیں۔ کوئی انسان کتنا بھی غور کرے، کبھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اصلاح خالق کیلئے بہت پرستی عیسائیت سے بہتر ہے اور یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ اسلام کے دشمن، اسلام پر حملہ کرنے کے وقت کرتے ہیں کہ "اسلام سے پیشتر مشرقی توہین بہت خوشحال اور آباد تھیں اور ان کی تہذیب بہت اعلیٰ تھی، لیکن اسلام نے ان کی تہذیب کو مٹا دیا، حالانکہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو معاملہ اس کے برعکس نظر آئے گا اور معلوم ہوگا کہ اسلام سے پیشتر مشرقی تہذیب تفسیراً ناپید ہو چکی تھی، لیکن اسلام نے اسے از سر نو زندہ کر کے اسکی بنیادیں وغیرہ قائم کر دیں، جن کے نتیجے میں بغداد، بصرہ، سمرقند، بخارا، شام، مصر، قیروان اور قرطبہ جیسے بڑے بڑے شہر اور ملک آباد ہو گئے اور حتیٰ یہ ہے کہ دنیا میں مشرقی تہذیب کا جس قدر بھی اثر ہے، وہ صرف اسلام کی وجہ سے ہے جس نے مسلمانوں کو ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے میں تلوار دے کر ان ملکوں میں بھیجا جہاں پرانے زمانے کے کسی مشرقی کو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ وہاں تک پہنچا جا سکتا ہے۔

پس اس بارے میں نہ تو اسلام کا قصور ہے اور نہ قرآن کی کوتاہی بلکہ مشرقی تہذیب کے ضائع ہونے کے صرف دو سبب ہیں۔ (۱) اسلامی ممالک پر صلیبیوں کے بیرونی حملے (۲) منگولوں کی اندرونی یورشیں۔ چنانچہ ان دونوں فریقوں نے اسلام کی محنتوں کو اپنے وحشیانہ سلوک سے تباہ و برباد کر دیا اور اس کے بڑے بڑے ملکوں کی تہذیب کو اڑا کر رکھ دیا۔ علاوہ ازیں مسلمان بادشاہوں کی باہمی لڑائیاں، خواہشات نفسانی کی پیروی، گمراہی، قرآن کے احکام کی نافرمانی اور ترک اخلاق نے اسلام اور اسلامی تہذیب کو ایسے ایسے نقصانات پہنچائے ہیں جو بیرونی دشمن بھی نہیں پہنچا سکتے لیکن مشرقی تہذیب کو جس قدر نقصانات پہنچے ہیں ان سب کا گناہ ان وحشی فرنگیوں، منگولوں اور ان مسلمانوں کی گردنوں پر ہے جنہوں نے قرآن کریم کے احکام کو پس پشت ڈال کر اس کی آیتوں کو مفت فروخت کر دیا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ فرنگیوں نے عیسائیت کو کہیں تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی صدیوں میں جا کر قبول کیا، حتیٰ کہ یورپ کے مشرقی حصے کے بعض باشندوں نے دسویں صدی میں عیسائیت کی طرف توجہ کی، لیکن یورپ کی وہ ترقی جو اسے علوم و فنون کے ذریعہ سے حاصل ہوتی رہی

وہ تو محض چار صدیوں سے آہستہ آہستہ شروع ہوتی ہے گویا ان کی یہ ترقی قبول عیسائیت سے تقریباً سات آٹھ سو بلکہ ایک ہزار سال بعد شروع ہوتی ہے۔ اس سے ہمارا مطلب یہ نہیں کہ اس عرصہ سے پیشتر یورپ کے تمام باشندے تازی اور جہالت میں تھے، بلکہ ہمارا مطلب صرف اتنا ہے کہ اس زمانے میں عربوں کی تہذیب ان سے کہیں زیادہ اعلیٰ اور اکمل تھی اور اس بات کی گواہی لوٹس برتران اور ان کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ مورخوں کے سوائے تمام مشرقی تاریخ نویسوں نے دی ہے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ ایک مشہور و معروف انگریز فلاسفر مسٹرویلز نے مشرقی تہذیب کے بارہ میں ایک تاریخ لکھی ہے اور وہ موسیوگر و سہ مشہور فرانسیسی تاریخ نویس کی یہ گواہی دیتے ہیں کہ قرون وسطیٰ میں اہل مغرب فرنگیوں کے استاد تھے اور اس زمانے کے فرنگی اہل مغرب کی شاگردی کو اپنے لئے قابل فخر سمجھتے تھے۔

## قدیم یورپ کا تنزل اور موجوں ترقی کے اسباب

کیا ہم ان صاف اور صریح شہادتوں کے بعد بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یورپ کی ہزار سالہ گمراہی اور قرون وسطیٰ کی جہالت محض عیسائیت کی وجہ سے ہے، ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ

پروٹسٹنٹ عیسائی مذہب ہی کو مجسم قرار دیتے ہیں اور مذہب سے ان کی مراد کیتھولک مذہب ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اہل یورپ نے اسی وقت ترقی کے میدان میں قدم رکھا جب لوٹھرا اور کلفن نے پروٹسٹنٹ فرقہ کی بنیاد رکھی لیکن والٹر اور اس کے ہم خیال ملحد فلاسفروں کی یہ رائے ہے کہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں کوئی خاص فرق نہیں ہے اور یہ دونوں مذہب انسان کو ترقی کرنے سے روکتے ہیں۔ چنانچہ جب والٹر کے سامنے لوٹھرا اور کلفن کا ذکر آیا تو اس نے کہا کہ یہ دونوں حضرت محمد کے مقابلے میں بھیج ہیں جس کا مطلب یہ تھا کہ ان دونوں نے اپنے ایجاد کردہ مذہب سے دنیا کی جس قدر صلاح کی ہے وہ حضرت محمد کی اصلاح کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں کہتی ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ قرون وسطیٰ کے فرنگیوں کی جہالت اور ان کی ہزار سالہ گمراہی کی ذمہ دار عیسائیت نہیں بلکہ اس کے خلاف عیسائیت نے یورپ کے وحشیوں کو کسی حد تک ہذب ہی بنایا ہے۔

دو جہانوں کی ضرورت نہیں ہے۔ آؤ ہم جاپانیوں کی مثال سامنے رکھیں کہ ان میں بت پرست بھی ہیں اور یودھ بھی، طاوی بھی ہیں اور کنفیوشیس کے مرید بھی۔ دو ہزار سال تک وہ گم نام رہے اور آخر کار

پچاس ساٹھ سال کے اندر ہی اندر انہوں نے اس قدر قابل رشک عزت سلطنت اور ترقی حاصل کی جس میں ہر قوم کے لئے عبرت اور بصیرت کا سامان موجود ہے۔ حالانکہ اہل جاپان بدستور بت پرست اور مشرک ہیں۔ اس حقیقت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو بت پرستی جاپانیوں کی سابقہ جہالت اور گنہامی کا باعث تھی اور نہ ان کی سورج پرستی موجودہ ترقی کا باعث ہے، پھر یہ بات بھی سب کو معلوم ہے کہ جاپانیوں نے روسیوں کو شکست دی، حالانکہ ان کی مردم شماری روسیوں کے نصف کے برابر ہے اور پھر وہ بت پرست بھی پر لے درجے کے ہیں اور خود عیسائی بھی متعصب عیسائی تھے۔ پھر ان حالات میں کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ انجیل کی تعلیم روسیوں کی ذلت کا موجب ہے یا سورج دیوتاؤں کی عبادت سے جاپانیوں کو یہ ترقی اور عزت حاصل ہوئی ہے؟ صرف مذہب ہی نہیں، ترقی اور تہذیب کے اور بہت سے اسباب ہوتے ہیں۔

اس موقع پر ہم جاپانیوں کی ترقی اور تہذیب کے دلائل کو پیش کرنا نہیں چاہتے، ورنہ ہم یہ ثابت کر دیتے کہ مقدس گھوڑے کے عقیدہ نے بھی جس کے متعلق اہل جاپان کا خیال ہے کہ وہ خاص خدا کی سواری کے لئے مقرر ہے، جاپانیوں کو ترقی کرنے سے نہیں روکا اور



نہ انہیں اپنی فطری بہمت اور عقلمندی سے فائدہ اٹھانے سے محروم کیا ہے؟  
 اگرچہ مختلف قوموں کی تاریخ میں اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں  
 مل سکتی ہیں، لیکن ہم صرف مندرجہ بالا مثالوں پر ہی اکتفا کرتے  
 ہیں۔ کیونکہ یہ بحث دوسری ہے، اگر بعض عیسائیوں کی طرف سے ہیں  
 یہ طعن نہ دیا جاتا کہ مسلمانوں کی ذلت کی وجہ ان کا مذہب ہے اور  
 یہ کہ "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" تو ہم سرے سے اس  
 موضوع پر قلم ہی نہ اٹھاتے۔

مراکش کے گورنر جنرل موسیوسان نے ایک فرانسیسی اخبار میں  
 ایک آرٹیکل شائع کر کے مراکش کے تنزل کو "شبِ اسلام" کے نام  
 سے موسوم کیا ہے۔ اگر بعض اسلامی ملکوں کے چند روزہ زوال کو "شبِ  
 اسلام" کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے تو "شبِ عیسائیت" کا بھی  
 تصور کرنا چاہئے جس میں یورپ تقریباً ایک ہزار سال تک مبتلا رہا۔  
 فرمائیے یہ "شبِ عیسائیت" کس قدر لمبی ہوگی؟

بہر حال یہ انصاف سے بعید ہے کہ مذہب کو ترقی اور زوال کا

معیار قرار دیا جائے۔

و شرآن حکیم اور ترغیب علم

اگر مسلمان ترقی کرنا چاہیں اور دوسری ترقی یافتہ اقوام کے

پہلو بہ پہلو کھڑے ہونا چاہیں تو ان کا مذہب (اسلام) ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا بلکہ ان کی ہمت اور الشمندی کو اور زیادہ بڑھاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے اوراق علم و حکمت کی ترغیب سے لبریز ہیں۔ ہم اس ضمن میں چند آیات قرآنی پیش کرتے ہیں:-

۱۔ هَلْ لَيْسَ لِيَوْمِ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ - رکبیا

جاننے والے یا نہ جاننے والے کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟

۲۔ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو

الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۗ لَئِن سَأَلْتَهُ لَمَنْ شَاءَ لَعَلَّكَ تَكْفُرُ  
کہ کوئی معبود نہیں ہے، مگر صرف اسی کی ذات یگانہ، عدل کے ساتھ  
(تمام کارخانہ ہستی میں) تدبیر و انتظام کرنے والی۔ فرشتے بھی  
راپنے اعمال سے) اسی کی شہادت دیتے ہیں اور وہ لوگ بھی جو  
علم رکھنے والے ہیں۔

۳۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا

الْعِلْمَ ۗ یہ علم والوں کے سینوں میں محفوظ کھلی ہوئی آیتیں ہیں  
درجات علم کے متعلق فرمایا:-

۱۔ يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

دَرَجاتِ طِ خدا تعالیٰ مومنوں اور علم والوں کے درجوں کو بلند کرے گا۔  
۲۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ لِأُمَّةٍ لَمْ يَكُنْ لَهَا

اور دانشمندی کی تعلیم دیتا ہے۔

۳۔ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ مِنْ أُمَّةٍ وَمَنْ يُؤْتِ

الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا طِ وہ جسے چاہتا ہے  
دانشمندی دے دیتا ہے اور جسے دانشمندی مل گئی تو یقین کرو اس  
نے بڑی ہی بھلائی پالی۔

۴۔ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا طِ ہم نے خاندان ابراہیم  
کو کتاب اور حکمت دی تھی اور ساتھ ہی بڑی بھاری سلطنت  
بھی عطا فرمائی تھی۔

ایک جگہ خاص عربوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر چھ لوگوں میں ایک رسول

بھیجا ہے جو ان کو خدا تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتا

ہے، انہیں پاک کرتا ہے، انہیں کتاب اور دانشمندی

سکھلاتا ہے اور اس سے پیشتر تو وہ صریح گمراہی

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ

رُسُلًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ

آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ

كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ طِ

میں تھے۔

بعض مخالفین کا یہ دعویٰ ہے کہ جس علم کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وہ تو محض علم دین ہے اور ان ہی مخالفین میں سے مراکش کا ایک شخص سیکار نامی بھی ہے، اس نے اسلام کے خلاف کچھ کتابیں لکھی ہیں، چنانچہ وہ اپنے ایک رسالہ "مراکش الکاٹولیکیہ" میں لکھتا ہے کہ "جس علم کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وہ محض علم دین ہے، اس سے کبھی بھی دوسرے علوم مراد نہیں ہیں اور مسلمانوں نے علم کے لفظ کو صرف اس لئے عام کیا ہے کہ دوسروں کو یہ دکھایا جاسکے کہ قرآن نے کس قدر علوم کی قدر کی ہے؛ گویا کہ سیکار نے اس قسم کی بے ہودگیوں اور جہالت کے ساتھ یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اسلام کو سوائے علم دین کے اور کسی علم سے دلچسپی نہیں ہے۔ حالانکہ اگر کوئی شخص علم اور حکمت کی آیات کے علاوہ ان آیتوں پر ذرا سا بھی غور کرے، جن میں زمین کی سیر و سیاحت کرنے کی ترغیب ہے تو وہ آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ علم سے مراد محض علم دین نہیں بلکہ تمام علوم ہیں۔ جو لوگ عربی زبان سے واقف ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ عطف اور معطوف کی صورت میں ہر ایک چیز اپنی الگ حیثیت رکھتی ہے اور دونوں سے مراد ایک ہی چیز نہیں ہوتی مثلاً **وَعَلَّمَہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ** کی آیت سے ظاہر ہے کہ حکمت

اور چیز ہے اور کتاب دوسری چیز ہے۔ حکمت سے مراد وہ آیتیں نہیں ہیں جو قرآن مجید میں موجود ہیں، بلکہ ان آیتوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ اس امر کا ثبوت اس حدیث میں موجود ہے جس میں رسول کریمؐ نے فرمایا ہے "علم سیکھو، خواہ تمہیں چین تک جانا پڑے" پس ظاہر ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علم سے صرف علم دین مراد ہوتی، جیسا کہ خود سیکار کا دعویٰ ہے، تو آپ چین کو جانے کو ارشاد نہ فرماتے، اس لئے کہ چینی لوگ تو بت پرست ہیں۔

علاوہ ازیں قرآن کریم میں بعض آیتوں کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ علم سے مراد عام علوم ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

کیا تم نے (یہ منظر) نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے جس سے مختلف رنگ کے پھل، سرخ اور سیاہ مختلف رنگ کے پہاڑ اور انسان، چار پائے اور مختلف رنگ کے مخلوقات پیدا کئے ہیں۔ خدا سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحبِ علم ہوتے ہیں

الْقُرْآنَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَخَرَجْنَا بِهِ شَجَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيْضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَعَرَاءٍ بَيْضٌ سَوْدٌ وَمِنَ النَّاسِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ الْإِسْلَامَ فَهُمْ يَحْتَلِفُونَ أَلْوَانُهُمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

ظاہر ہے کہ اس جگہ صاحبِ علم سے مراد وہ علماء ہیں جو مذکورہ بالا چیزوں یعنی پانی، نباتات، پہاڑوں، رنگ برنگ کے جانوروں اور ان کے اسرار کا علم اور واقفیت رکھتے ہیں نہ کہ صرف نماز اور روزہ کے عالم۔

یہاں یہ بھی یاد رکھتے کہ سیکر جنس نے اسلام سے اور قرآن کی علم نوازی سے انکار کیا، دراصل کیا ہے اور اس کا اصل مقصد کیا ہے؟ یہ فرانسیسی شخص شہر رباط میں دفتر امور اسلامیہ میں ملازم ہے اور افریقہ کے مسلمان بربروں کو عیسائی بنانے کے سلسلہ میں موسیولوتیس بریو مدیر امور اسلامیہ کرنل مارکو ڈائریکٹر آف پریس اور کرنل مارٹو مشاور امور اسلامیہ کو امداد دے رہا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ فرانسیسیوں نے اس قسم کے لوگوں کو اسلامی کاموں میں صرف اس لئے مقرر رکھا ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ مراکش میں اسلام کی بنیادوں کو گرا دیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمان کیوں ایسے لوگوں کے ہم نوا ہو جاتے ہیں؟

حامیانِ ترقی سے ایک غری لفظ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو تعلیم کی طرف توجہ دلائنا

مقصود ہو تو مشران کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟۔ ہم  
یورپ کی طرح قومی ترقی چاہتے ہیں نہ کہ دینی ترقی۔ ان اصحاب  
کی خدمت میں ہمارا جواب یہ ہے کہ ہمارا مقصود بھی ترقی ہے، خواہ  
وہ ترقی قومی ہو یا دینی، لیکن جس چیز سے ہمیں خوف معلوم ہوتا  
ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم نے اپنی ترقی کی بنیادیں مشرانی تہذیب  
پر قائم نہ کیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان، ملحد، نفس پرست  
اور گمراہ ہو جائیں گے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کی ترقی کا نقصان  
اس کے فائدوں سے کہیں زیادہ ہوگا کیونکہ جب تک علمی تربیت کے  
ساتھ ساتھ دینی تربیت کی رہنمائی نہ ہوگی، مسلمان کبھی ایک نقطے  
پر جمع نہ ہوں گے۔ پھر یہ حال بھی صحیح نہیں ہے کہ یورپ کی  
ترقی محض قومی ترقی تھی اور اس میں دینی تربیت شامل نہ تھی۔  
چنانچہ تیس سال کا ذکر ہے کہ وزیر اعظم جرمنی نے پارلیمنٹ میں  
لیکچر دیتے ہوئے کہا تھا کہ "ہماری ترقی عیسائیت پر مبنی ہے"  
پس اگر جرمنی جیسی حکومت جو علوم و فنون میں اپنی مثال آپ  
ہے، اعلان کرتی ہے کہ اس کی ترقی دینی ترقی پر مبنی ہے تو دوسروں  
کی کیا حالت ہوگی؟ نیز کیا جرمنی، انگلینڈ یا دوسرے ترقی یافتہ ممالک  
میں کوئی ایسی بھی یونیورسٹی مل سکتی ہے جس میں دینی علوم کی تعلیم

نہ دی جاتی ہو؟

پھر یورپ میں جو قومی ترقی، وطنی ترقی اور قومیت کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو قوم و وطن سے ملک کی مٹی، پانی، درخت اور پتھر مراد نہیں ہوتے بلکہ ان سے مراد ایک خون کے لوگ ہیں اور قوم اور وطن کا ہمیشہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ قوم جو ایک ہی ملک میں رہتی ہو اور اس کی تاریخ، رسم و رواج، مذہبی عقائد اور خلاق و عادات وغیرہ ایک ہوں اور یہی وہ چیز ہے جس کی حفاظت کے لئے وہ لڑ رہے ہیں۔

## اختتامیہ

پس اگر مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہوں تو انہیں جان و مال کے ساتھ پوری طرح جہاد کرنا چاہئے۔ اس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ میں نے حصولِ علم کی بھی ترغیب دلائی ہے مگر اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ مغربی فلاسفروں کے نظریوں اور ایجادات کا علم حاصل کیا جائے۔ بے شک یہ چیزیں مفید ہیں مگر علمِ حقیقی محض یہ ہے کہ نفس اور دولت کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ جب یہ بات کسی قوم میں پیدا ہو جائے گی تو وہ باقی علوم پر خود بخود حاوی



ہو جاتے گی۔ کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے اس کا عالم ہونا ضروری نہیں  
 مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ حکیم الشرق سید جمال الدین افغانی نے مجھ سے  
 فرمایا تھا کہ جب کسی جاہل شخص کا بیٹا بیمار پڑ جاتے تو وہ فوراً بہترین  
 ڈاکٹر تلاش کرتا ہے۔ حالانکہ وہ علم طب سے بالکل بے بہرہ ہوتا ہے۔  
 اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ محمد علی شاہ مصر عالم نہ تھا بلکہ شاید ان پر  
 ہی تھا لیکن اس کے باوجود اس نے مصر کو اس حد تک بیمار اور زندہ کر دیا  
 تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اسے بڑے بڑے خوشحال اور معزز ملکوں  
 کی صف میں لاکھڑا کیا۔ یہ محض اس کے عزم اور ترغیب علم و عمل کا نتیجہ تھا۔  
 اگر مسلمان ہمت سے کام لیں اور احکامِ شراں کی پیروی کریں  
 تو بیشک وہ بھی علم اور ترقی کے لحاظ سے فرنگیوں، امریکیوں اور  
 جاپانیوں کے برابر ہو سکتے ہیں۔ ہم میں کمی صرف اتنی ہے کہ ہم کام  
 کچھ نہیں کرتے اور مایوسی اور ناامیدی میں ڈوبے رہتے ہیں، اس  
 لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ناامیدی کو اپنے دلوں سے محو کر دیں اور  
 اس یقین کے ساتھ کوشش کرتے رہیں کہ ہم اپنے کام، اپنی کوشش،  
 اپنی ہمت اور اپنی کتاب کے احکام پر عمل کرنے کے ذریعے سے  
 ضرور اپنے مقصد تک پہنچ جائیں گے۔ آخری لفظ یہ ہے کہ ہم جان  
 اور مال سے جہاد کریں۔ وَالَّذِينَ جَاهِدُوا فِيْنَا

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ○  
 رجنوں نے ہمارے لئے جہاد کیا، ہم انہیں ضرور اپنی راہیں دکھائیں گے  
 اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ ہے ۞

شکیب ارسالان

مکمل اردو ترجمہ

# صحیح بخاری شریف

احادیث نبوی کا لازوال ذخیرہ

مست ترجمہ علامہ مرزا حیرت دہلوی

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب بخاری شریف ہے جس کو امام بخاریؒ نے ساہا سال کی کوشش کے بعد جمع کیا تھا۔ یہ کتاب چونکہ عربی زبان میں تھی اس لئے عرصہ دراز سے شائقین کی تمنا تھی کہ اس کا اردو ترجمہ شائع کیا جائے اللہ کہ اب اس کا اردو ترجمہ تین جلدوں میں مکمل صحت کے ساتھ شائع ہو گیا ہے۔

قیمت کامل در ۳ جلد مجلد ۱۔ چوبیس روپے

فی حصہ مجلد آٹھ روپے

نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی

# کتاب التوحید اُردو

اس کتاب میں توحید کی حقیقت، اس کے حدود، شرک اور اس کی خرابیاں اور اس میں بتلا ہوجانے کے تمام راستوں کو ہر باب کے مطابق قرآن اور حدیث کی صاف اور واضح شہادتوں سے بیان کر دیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے بہت سے رسمی امور ایسے معلوم ہوں گے جو شرعاً ناجائز ہیں، بہت سی بدعتیں اور برائیاں ظاہر ہوں گی، ضروری ہے کہ ہر شخص اس کو نہایت غور و تدبیر سے پڑھے۔ اس تاریک دور میں اس اصلاحی کتاب کا ہر مسلمان کے زیر مطالعہ رہنا نہایت ضروری ہے۔

صفحہ کے ایک طرف اصل عربی اور اس کے مقابل میں اُردو ترجمہ نیز جا سجا ضروری تشریحات سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

قیمت جلد تین روپے

نور محمد، کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، کراچی

# سیرت پاک

خدا کا آخری پیغام لانے والے حضرت محمد صلعم کی زندگی کے پاکیزہ حالات جن کو بشیر محمد شارق نے بڑی عمر کے کم پڑھے لوگوں اور طالب علموں کے لئے نہایت دلکش انداز اور بڑی سادہ و پیاری اردو زبان میں قلم بند کیا ہے۔ واقعات اس قدر دلچسپ ہیں کہ شروع کیجئے تو بغیر ختم کئے دل نہیں مانتا۔ اسکے پڑھنے سے بچوں کے دل میں حضور کی عزت و وقعت اور محبت بھٹی جاتی ہے اور بڑوں کے دل عبرت و سبق حاصل کرتے ہیں۔

اس مختصر مگر جامع کتاب میں تفترباً تمام حالات آگئے ہیں لیکن زبان اتنی شگفتہ ہے کہ کسی طرح بھی پڑھنے والے کی طبیعت کو بار معلوم نہیں ہوتا۔ یہ کتاب ہر شخص کے لئے مفید اور مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ ہے جس کا ایک ایک لفظ دنیا کو سچی محبت کا سبق دیتا ہے۔ غرض تمام ضروری معلومات کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ کتاب کے آخر میں مولانا حالیؒ کی مقبول عام مسدس کا وہ حصہ بھی شامل ہے جس کے پڑھنے سے قدیم عرب کی پوری حالت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

ناممکن ہے کہ اس کتاب کو پڑھ لینے کے بعد رسول اللہؐ کی محبت و عزت اور اسلام کی سچائی کا اثر پڑھنے والے کے دل میں نہ پیدا ہو۔

کاغذ اعلیٰ۔ کتابت و طباعت زیدہ زب۔ قیمت مجلد ایک روپیہ آٹھ آنے۔  
نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی

# تفسیر ابن کثیر اردو

یہ علامہ ابن کثیر دمشقی کی بلند پایہ و مشہور عالم تفسیر کا  
ترجمہ ہے

یہ تفسیر دنیائے اسلام میں بہترین اور مستند تسلیم کی گئی ہے۔ ہر  
زمانہ کے علماء نے اس کو قبولیت کا شرف بخشا ہے اور آپم التفسیر کا لقب  
دیا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سب سے مفید، سب سے زیادہ قرآن کریم  
کو بطریق سلف صالحین سمجھا دینے والی "تفسیر ابن کثیر" ہی ہے اور اس کے  
بعد تمام عربی و اردو تفاسیر اسی سے ماخوذ ہیں۔ علامہ ابن کثیر سب سے پہلے تو کلام اللہ کی  
آیت کی تفسیر کلام پاک کی دوسری آیت سے کرتے ہیں، پھر احادیث سے، پھر سلف  
صالحین سے۔ تمام احادیث و آثار کے حوالے بھی دیتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ تفسیر  
دنیا کی تمام تفسیروں سے اعلیٰ ہے۔۔۔۔۔ شائقین کی آسانی کے لئے یہ تفسیر الگ  
الگ پاروں کی شکل میں نہایت اعلیٰ کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔

قیمت کامل مجلد پچپن روپے۔ / ۵۵۔ الگ الگ پارے بھی مل سکتے ہیں۔  
نور محمد، کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی

# موطا امام مالک

عربی مع ترجمہ اردو و فوائد از علامہ وحید الزمان

حضرت امام مالک کا محدثین میں جو اعلیٰ مرتبہ ہو اس سے کوئی ذی علم ناواقف نہیں۔ آپ مدینۃ الرسول کے مقبول اور مسلم استاذ الحدیث تھے۔ اور ساٹھ سال تک حرم مدینہ میں روایت حدیث میں مشغول رہے۔

”موطا امام مالک“ احادیث کا وہ قیمتی ذخیرہ ہے جس کو ساٹھ سال امام مالک نے ہر سوئی پر پرکھ کر اپنی جمع کردہ احادیث سے انتخاب فرما کر مسلمانان عالم کے لئے مرتب کیا جب امام مالک نے اس کتاب کو مرتب کیا اس وقت لوگوں کے پاس کوئی کتاب حدیث کی نہ تھی۔ موطا کو امام مالک نے شیخ فقیہوں کے سامنے پیش کیا اور سب نے اس کے ساتھ موافقت کی۔

امام شافعی کا قول ہے کہ ”آسمان کے نیچے کتاب اللہ کے بعد کوئی کتاب امام مالک کی موطا سے زیادہ صحیح نہیں ہے“

اس میں ایک ہزار ستائیس احادیث و آثار جمع ہیں۔

اس کتاب کو اس خوبی کے ساتھ طبع کیا گیا ہے کہ آج تک کتابت و طباعت کا حق ادا نہ ہوا ہوگا۔ قیمت مجلد بارہ روپے۔

پور محمد، کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، کراچی

# علامہ امین

اس کتاب میں رسول کریم کے وقت سے لیکر قیامت تک کے ہر  
انقلابِ عظیم اور اسکے نتائج کا ذکر ہے۔ یہ شیخ ابن ماجہ اور احادیث صحیحہ  
سے مع اسناد و حوالہ جات تحریر شدہ حضرت شاہ ربیع الدین محدث  
دہلوی کی وہ ہمیشہ بہا تصنیف ہے جس کا حضرت مولانا نور محمد  
نے زمانہ کی ضرورتوں پر لحاظ کر کے اپنے ملکی بھائیوں کے لئے شیریں و  
آسان اردو زبان میں ترجمہ کیا۔

درحقیقت اس سے بڑھ کر نہایت صحیح اور مستند آثارِ قیامت  
آج تک آپ کی نظر سے نہ گزرے ہوں گے۔ بہر لحاظ سے قابلِ قدر اور  
لائق مطالعہ کتاب ہے۔ قیمت بلا جلد آٹھ آنے۔ مجلد ایک روپیہ۔

نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی



# اسباب زوالِ امت

عظیم علامہ ایضاً شکر ایضاً  
مجاہد امام علامہ ایضاً شکر ایضاً

ناشر

کارخانہ تجارت کتب - آرام باغ، کراچی

قیمت مجلد - ۸۰ - ۱